22

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

3 تا 9 جون 2014ء / 5 تا 11 شعبان المعظم 1435ھ

پاکستان کی اساس

’’ہندوستان کی تقسیم دوقومی نظریے کی بنیاد پر عمل میں آئی تھی اور پاکستان مسلم قومیت کی اساس اور اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ چنانچہ مفکر و مصور پاکستان علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے خطبۂ الٰہ آباد میں برعظیم ہندو پاک کے شمال مغربی علاقے پر مشتمل ایک علیحدہ مملکت کے قیام کی تجویز مسلمانوں کے جداگانہ قومی تشخص کی بنیاد پر اور ہندو مسلم تنازعے کے مؤثر حل کے طور پر اور اس مقصد کے تحت پیش کی تھی کہ مسلمانانِ ہند کو ایک موقع میسر آجائے کہ وہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی پر جو پردے دورِ ملوکیت میں پڑ گئے تھے انہیں ہٹا کر سیاسی، معاشی اور معاشرتی عدل و انصاف کے اس نظام کو دوبارہ قائم کرسکیں جو نبی اکرم ﷺ کی ’’رحمۃ للعالمینی‘‘ کا اصل مظہر ہے، تاکہ پوری نوع انسانی کے لیے ہدایت اور سلامتی کا ایک روشن مینار وجود میں آسکے — اور اسی طرح بانی و معمار پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ نے بھی فرمایا تھا کہ ہمیں پاکستان اس لیے مطلوب ہے کہ عہد حاضر میں اسلام کے اُصولِ حریت و اُخوت و مساوات کا ایک عملی نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کرسکیں۔‘‘

پاکستان میں
نظامِ خلافت
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

امن کا متلاشی

اظہارِ دینِ حق کی جدوجہد

کچھ تو اِدھر بھی!

پاک بھارت تعلقات کا مستقبل

اسلام سے صحیح فائدہ اُٹھانے کا راستہ

تربیت اولاد میں حکمت سے کام لیجیے

کیا اب بھی وقت نہیں آیا؟

الہدیٰ (614)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اثباتِ آخرت کی عقلی دلیل

سُورۃُ النَّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 22 تا 23

اِلٰـهُكُمۡ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ‌ ۚ فَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مُّنۡكِرَةٌ وَّهُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝٢٢ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ‌ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡتَكۡبِرِيۡنَ ۝٢٣

آیت ۲۲ ﴿اِلٰـهُكُمۡ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ‌ ۚ﴾ ’’تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔‘‘

﴿فَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مُّنۡكِرَةٌ وَّهُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝٢٢﴾ ’’تو وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل منکر ہیں اور وہ تکبر کرتے ہیں۔‘‘

اس نکتے کو اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں آخرت کا یقین نہیں ہے وہ حق بات کو قبول کرنے سے کیوں جھجکتے ہیں اور ان کے اندر استکبار کیوں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کا فلسفہ یہ ہے کہ جو شخص فطرتِ سلیمہ کا مالک ہے اس کے اندر اچھائی اور برائی کی تمیز موجود ہوتی ہے۔ اس کا دل اس حقیقت کا قائل ہوتا ہے کہ اچھائی کا اچھا بدلہ ملنا چاہیے اور برائی کا برا ع ’’گندم از گندم بروید‘ جو زجو!‘‘ یہی فلسفہ یا تصور منطقی طور پر ایمان بالآخرت کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ مگر دنیا میں جب پوری طرح نیکی کی جزا اور برائی کی سزا ملتی ہوئی نظر نہیں آتی تو ایک صاحبِ شعور انسان لازماً سوچتا ہے کہ اعمال اور اس کے نتائج کے اعتبار سے دنیوی زندگی ادھوری ہے اور اس دنیا میں انصاف کی فراہمی کما حقہ ممکن ہی نہیں۔ مثلاً اگر ایک ستر سالہ بوڑھا ایک نوجوان کو قتل کر دے تو اس دنیا کا قانون اسے کیا سزا دے گا؟ ویسے تو یہاں انصاف تک پہنچنے کے لیے بہت سے کٹھن مراحل طے کرنے پڑتے ہیں‘ لیکن اگر یہ تمام مراحل طے کر کے انصاف مل بھی جائے تو قانون زیادہ سے زیادہ اس بوڑھے کو پھانسی پر لٹکا دے گا۔ لیکن کیا اس بوڑھے کی جان واقعی اس نوجوان مقتول کی جان کے برابر ہے؟ نہیں‘ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ وہ نوجوان تو اپنے خاندان کا واحد سہارا تھا‘ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے یتیم ہوئے‘ ایک نوجوان عورت بیوہ ہوئی‘ خاندان کا معاشی سہارا چھن گیا۔ اس طرح اس کے لواحقین اور خاندان کے لیے اس قتل کے اثرات کتنے گھمبیر ہوں گے اور کہاں کہاں تک پہنچیں گے‘ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ دوسری طرف وہ بوڑھا شخص جو اپنی طبعی عمر گزار چکا تھا‘ جس کے بچے خود مختار زندگیاں گزار رہے ہیں‘ جس کی کوئی معاشی ذمہ داری بھی نہیں ہے‘ اس کے پھانسی پر چڑھ جانے سے اس کے پس ماندگان پر ویسے اثرات مرتب نہیں ہوں گے جیسے اس نوجوان کی جان جانے سے اس کے پس ماندگان پر ہوئے تھے۔ ایسی صورت میں دنیا کا کوئی قانون مظلوم کو پورا پورا بدلہ دے ہی نہیں سکتا۔ ایسی مثالیں عقلی اور منطقی طور پر ثابت کرتی ہیں کہ یہ دُنیا نامکمل ہے۔ اس دنیا کے معاملات اور افعال کا ادھورا پن ایک دوسری دنیا کا تقاضا کرتا ہے جس میں اس دنیا کے تشنہ تکمیل رہ جانے والے معاملات پورے انصاف کے ساتھ اپنے اپنے منطقی انجام کو پہنچیں۔ اب ایک ایسا شخص جو فطرتِ سلیمہ کا مالک ہے‘ اس کے شعور میں نیکی اور بدی کا ایک واضح اور غیر مبہم تصور موجود ہے‘ وہ لازمی طور پر آخرت کے بارے میں مذکورہ منطقی نتیجے پر پہنچے گا اور پھر وہ قرآن کے تصورِ آخرت کو قبول کرنے میں بھی پس و پیش نہیں کرے گا‘ مگر اس کے مقابلے میں ایک ایسا شخص جس کے شعور میں نیکی اور بدی کا واضح تصور موجود نہیں‘ وہ قرآن کے تصورِ آخرت پر بھی دل سے یقین نہیں رکھتا اور فکرِ آخرت سے بے نیاز ہو کر غرور اور تکبر میں بھی مبتلا ہو چکا ہے‘ اُس کا دل پیغامِ حق کو قبول کرنے سے بھی منکر ہو گا۔ ایسے شخص کے سامنے حکیمانہ درس اور عالمانہ وعظ سب بے اثر ثابت ہوں گے۔

آیت ۲۳ ﴿لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ‌ ؕ﴾ ’’کوئی شک نہیں کہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔‘‘

﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡتَكۡبِرِيۡنَ ۝٢٣﴾ ’’یقیناً وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔‘‘

فرمان نبویؐ

جنت اور بوڑھے والدین

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((رَغِمَ اَنْفُہٗ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُہٗ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُہٗ)) قِیْلَ مَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ‘ قَالَ ((مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَیْہِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدَھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا فَلَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ))

(رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر ناک خاک آلود ہو، ناک خاک آلود ہو‘‘۔ عرض کیا گیا حضور! کون (یعنی کس کی)؟ فرمایا ’’جس نے ماں باپ میں سے کسی ایک کو، یا دونوں کو بڑھاپے کی عمر میں پایا۔ پھر بھی (ان کی خدمت کر کے) جنت میں نہ جا سکا۔‘‘

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر رنج اور افسوس کا اظہار فرمایا ہے جو اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ نیک سلوک نہ کرنے کے باعث ذلت اور رُسوائی کا مستحق ٹھہرا اور اس کوتاہی کی وجہ سے بہشت سے محروم ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

امن کا متلاشی

بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کی طرف سے میاں محمد نواز شریف کو اپنی حلف برداری کی تقریب میں شرکت کی دعوت کو سفارتی سطح پر ایک گہری چال قرار دیا جا رہا تھا۔ اس لیے کہ مسلمانوں اور خصوصاً پاکستان کے حوالے سے ان کا انتہائی سخت موقف اور انتخابی مہم کے درمیان اُن کی نفرت انگیز بلکہ اشتعال انگیز تقاریر سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پاکستان سے بات چیت کرنے کو بھی تیار نہیں ہوں گے۔ لیکن سارک ممالک کو تقریب حلف برداری میں مدعو کرنا اور میاں صاحب سے ایک علیحدہ طور پر ملاقات کا شیڈول طے کر لینا، اس سے دنیا کو یہ تاثر دیا گیا کہ وہ مذاکرات کے قائل اور امن کے متلاشی ہیں۔ بعد میں جو صورت حال سامنے آئی اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعتاً یہ ایک گہری چال تھی۔ اگر میاں نواز شریف یہ دعوت مسترد کرتے ہیں تو ان کا یا پاکستان کا یہ امیج بنتا کہ وہ امن اور مذاکرات کا راستہ اختیار کرنے کو تیار نہیں اور اگر یہ دعوت قبول کر کے بھارت آتے ہیں تو انہیں وہ چارج شیٹ جو کانگرسی دورِ حکومت میں پاکستان کے خلاف تیار کی گئی تھی اس کی مزید خراش تراش کر کے بدست خود ان کے حوالے کی جائے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ہم قارئین کو پانچ نکاتی الزامات کی فہرست ان کے استفادے کے لیے پیش کریں گے جو مودی سرکار نے ہمارے وزیراعظم کو تھمائی ہے۔ پہلا یہ کہ پاکستان دہشت گردی کے خاتمے کے لیے تعاون کرے۔ دوسرا ممبئی حملہ کے منصوبہ سازوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔ تیسرا پاکستان دہشت گردی کے حملوں کو روکے۔ چوتھا پاکستان ممبئی حملہ کیس کے ٹرائل کو جلد منطقی انجام تک پہنچائے۔ انہوں نے پانچواں مطالبہ یہ کیا کہ پاکستان ممبئی حملوں میں ملوث ملزموں کے وائس سیمپلز مہیا کرے۔ اہل پاکستان کا اعتراض یہ ہے کہ خیرسگالی کے اس دورے میں بھارتی وزیراعظم نے میزبانی کے آداب کو یکسر نظرانداز کر کے پاکستان پر جائز و ناجائز الزامات لگائے تھے تو ہمیں بھی چاہیے تھا کہ اپنے تحفظات کا تحریری یا زبانی ہی سہی ذکر کرتے۔ مثلاً کشمیریوں پر توڑے جانے والا ظلم و ستم، سندھ واٹر ٹریٹی کی خلاف ورزی یعنی پاکستان کے خلاف آبی جارحیت' سیاچن' بلوچستان میں مداخلت وغیرہ وغیرہ، تاکہ معاملہ بیلنس ہو جاتا، لیکن ایسا نہ ہوا جس کا پاکستانیوں کو رنج ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جنگ عسکری قوت کے ساتھ بموں اور میزائلوں کے ذریعے دشمن ملک کے خلاف جغرافیائی سرحدوں پر لڑی جا رہی ہو یا سفارتی اور سیاسی سطح پر میز کے اردگرد بیٹھ کر لڑی جا رہی ہو، اسی کی جیت کے امکان ہوتے ہیں جس کے پاؤں زمین پر ٹکے ہوں گے۔ بموں اور میزائلوں سے جنگ کو فی الحال چھوڑ کر دو ایٹمی ممالک کے درمیان اس جنگ کے امکانات اگرچہ ہیں لیکن بہت کم، لیکن سیاسی اور سفارتی جنگ تو ہر وقت لڑی جا رہی ہوتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو اپنے موقف کے درست اور جائز ہونے پر زبردست ایمان ہو۔ حوصلہ اور عزم ہو' ملک کے عوام آپ کی پشت پر ہوں' آپ دشمن کو بعض سطحی نوعیت کی رعایتیں دے سکتے ہیں لیکن دشمن کو یہ تاثر دینا کہ ہم امن کے لیے مرے جا رہے ہیں اور امن نہ صرف ہماری ضرورت بلکہ مجبوری بھی ہے اور ذہنی خوفزدگی کا اظہار کرنا اور خوف کو بطور پالیسی اختیار کرنا یہ سب کچھ ملک کی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک بات ہر لیڈر کو سمجھ لینی چاہیے، وہ یہ کہ جنگ یکطرفہ طور پر مسلط کی جا سکتی ہے اور ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ جنگیں یک طرفہ طور پر مسلط کی گئیں۔ لیکن یاد رکھیں، امن کبھی یک طرفہ طور پر مسلط نہیں ہو سکتا۔ امن کی نیک نیتی سے خواہش رکھنا اعلیٰ ظرفی کی علامت ہے، یہ بہادری ہے، لیکن بہرحال یہ

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 جون 2014ء — جلد 23
5 تا 11 شعبان المعظم 1435ھ — شمارہ 22

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون:36316638-36366638 فیکس:36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون:03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

دوطرفہ عمل ہے۔ یہ یکطرفہ خواہش سے کبھی حاصل نہ ہوگا۔

آج دنیا میں سیاست کاری اور سفارت کاری ایک فن ہے۔ درحقیقت یہ عیاری اور مکاری کے خوبصورت اور مہذب نام ہیں اور ہم نے دیکھا کہ اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے مودی کے بارے میں تعریفی کلمات کہتے ہوئے یہی الفاظ استعمال کیے ہیں اور انہیں اسرائیل کا ایک بہت بڑا سپورٹر قرار دیا ہے۔ ہم نواز شریف صاحب کو یہ مشورہ دینے کی جرأت کرتے ہیں کہ وہ امن کے پیامبر بنیں۔ امن آج ہر کس و ناکس کی خواہش ہے' امن ناگزیر ہے لیکن امن ٹھونسنے اور مسلط کرنے کی کوشش نہ کریں امن کی بھیک نہیں مانگی جاسکتی۔ یہ تاریخی لحاظ سے انہونی بات ہے۔ پھر یہ کہ امن کی کوششوں کی بنیاد مثبت ہونی چاہیے، منفی نہیں۔ امن اس لیے قائم کریں کہ جنگ سے انسان کا قیمتی خون بہتا ہے، یہ امن کے لیے مثبت بنیاد ہے۔ امن کے لیے بے سروپا کوشش اس لیے نہ کریں کہ جنگ کی فضا سے فوجی اسٹیبلشمنٹ مضبوط ہوتی ہے، یہ ایک منفی سوچ ہے۔ امن معاشی مفادات کے حصول کے لیے نہ خریدیں۔ امن' منت سماجت اور دشمن کے پاؤں پڑنے سے نہیں ملتا۔ امن جنگ کے لیے تیار رہنے والوں کو ملتا ہے۔ امن کی قوالی کرنے سے امن نہیں ملتا۔ یہ قوالی جنگ کا راستہ دکھاتی ہے۔ جب آپ دشمن کو پکار پکار کر کہیں گے کہ ہم اپنی سلامتی کے لیے امن کے محتاج ہیں تو وہ لازماً آپ پر جنگ مسلط کرے گا۔

محترم میاں نواز شریف صاحب! اہم ترین بات یہ ہے کہ اگر دو ممالک کے مابین کچھ ایشوز پر اختلاف ہو، ان ایشوز کا حل نکالا جا سکتا ہے، کوئی give and take ہوسکتی ہے، لیکن جب اختلاف ہی کسی کے وجود پر ہو اور مقصد ہی نیست و نابود کرنا ہو تو کون سا امن اور کیسا امن۔ کانگرسی حکومت ہو یا مودی سرکار، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بھارت نے آج تک پاکستان کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ بھارت ماتا کی تقسیم نے ان کے جسد پر ایسا کاری زخم لگایا ہے جو ہرا ہونے کو نہیں آتا۔ ہندو خود کو ماضی سے نکال ہی نہیں سکا۔ اکھنڈ بھارت کا جنون یہ بات سمجھ میں آنے ہی نہیں دیتا کہ دنیا آج کس رخ پر جا رہی ہے۔ آج کے دور میں اگر اقلیت اس قدر بڑی تعداد میں ہو تو اسے کسی صورت قابو میں نہیں رکھا جاسکتا۔ پھر یہ کہ ہندو قوم بنیادی طور پر اس وصف اور جوہر سے ہی تہی دامن ہے جو قوموں کو عالمی یا وسیع تر حکمرانی سے ہمکنار کرتی ہے مثلاً مسلمانوں نے یہ حیثیت اپنے ایمان کی مضبوطی، اپنے مجاہدانہ طرزِ عمل اور کردار سے حاصل کی اور انگریز نے یہ حیثیت ذہانت اور فطانت اور حکمت کی بنیاد پر حاصل کی۔ ہندو یقیناً عیار ہے لیکن وسیع القلبی اور اعلیٰ ظرفی سے بری طرح محروم ہے۔ قلب میں تنگی رکھنے والا فرد ہو یا قوم وہ دوسروں کو رعایت دینے میں بری طرح ناکام رہتا ہے۔ یہ جبلت اس کے دائرہ حکمرانی کے پھیلاؤ میں بہت بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔ بہرحال کسی ایسی قوم سے امن کی بھیک مانگنا جو ذہن و قلب میں کشادگی نہ رکھتی ہو اسے جنگ کی راہ دکھانے والی بات ہے۔ پاکستان اور ہندوستان دونوں کو امن کی سخت ضرورت ہے۔ امن ان کے لیے ناگزیر ہے۔ امن ان کی مجبوری ہے، لیکن ہندو ذہنیت کو سمجھتے ہوئے پاکستان کے حکمرانوں کو امن کے لیے کمزور نہیں مضبوط بنیادوں پر بات کرنا ہوگی۔ انہیں بتانا ہوگا امن ہماری ترجیح ہے، لیکن ہم جنگ سے خوفزدہ نہیں۔ اگر کسی نے ہمیں جنگ کے لیے للکارا تو اسے دندان شکن جواب دیا جائے گا۔ یاد رہے کہ بنیا لڑتا بھی ناپ تول کر ہے۔ لہٰذا میاں صاحب امن کی صدا ضرور لگائیں، لیکن پاکستان کے عزت و وقار اور اس کے مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے۔ پھر یہ کہ اس کشمیر کو فراموش نہ کردیں جس کی سرزمین اس کے بیٹوں کے خون سے سرخ ہو چکی ہے اور جہاں بھارتی فوجی وحشی درندے بن کر کشمیر کی بیٹیوں کی عزت و عصمت کو آئے دن تار تار کرتے ہیں۔ پاکستان کے ان کسانوں کو بھی فراموش نہ کریں، جن کے پانی پر بھارت ڈاکا زنی کر رہا ہے۔ سیاچن کی وہ چوٹیاں جہاں پاکستانی فوجیوں کا گرم گرم خون گر کر برف میں جذب ہو رہا ہے، وہاں سے بھارت کا ناجائز قبضہ ختم کرایا جائے، ہم کسی قسم کا تجاوز نہیں بلکہ عدل چاہتے ہیں۔ ہم صرف اپنے غصب شدہ علاقوں کی واپسی چاہتے ہیں، جو بھارت نے غنڈہ گردی سے ہتھیائے ہوئے ہیں۔ ہم بدترین دشمن سے بھی عدل و انصاف کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہی ہمارے دین کا سبق ہے۔ ہمیں امن چاہیے لیکن عدل و انصاف کی بنیاد پر، وگرنہ یاد رکھیے، ظلم کسی بڑے حادثے کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

بیابہ مجلس اسرار

نیکی اور بھلائی کے کاموں میں
ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو!

اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں ہے۔ اگر تم اپنے بھائیوں' عزیزوں' دوستوں' ساتھیوں اور رفیقوں کو دیکھتے ہو کہ ان پر اللہ کا بڑا فضل ہوا ہے' انہوں نے کیسے کیسے مرحلے سَر کر لیے ہیں' کیسی کیسی بازیاں جیت لیں ہیں' تو تم بھی اللہ سے اس کا فضل طلب کرو۔ اللہ تمہیں بھی ہمت دے گا۔ اس لیے کہ اس دین کے کام میں اس قسم کا رشک بہت پسندیدہ ہے۔ جیسے حضرت عمرؓ کو رشک آیا حضرت ابوبکر صدیقؓ پر۔ جب غزوۂ تبوک کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دیا تو آپؓ نے سوچا کہ آج تو میں ابوبکرؓ سے بازی لے جاؤں گا' کیونکہ اتفاق سے اس وقت میرے پاس خاصا مال ہے۔ چنانچہ انہوںؓ نے اپنے پورے مال کے دو برابر حصے کیے' اور پورا ایک حصہ یعنی آدھا مال لاکر حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں جو کچھ تھا وہ سب لے آئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا میں نے جان لیا کہ ابوبکرؓ سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔ تو دین کے معاملے میں اللہ کا حکم ہے: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ (المائدۃ:48) یعنی نیکیوں میں' خیر میں' بھلائی میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں رہو!

اظہارِ دینِ حق کی جدوجہد: تقاضے اور انعامات

سورۃ الصّف کی آیات 10 تا 13 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا 16 مئی 2014ء کا خطاب جمعہ

خطبہ مسنونہ اور تلاوتِ آیات کے بعد!

حضرات! سورۃ الصّف ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ اس سورت کے دو رکوع ہیں۔ دوسرے رکوع کی ابتدائی آیات پر گفتگو ہو چکی ہے۔ آج انہی آیات کی مزید وضاحت ہو گی۔ ان شاء اللہ۔ فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنۡجِیۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ⑩﴾ (الصّف)

"مومنو! میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے۔"

قرآن مجید بتاتا ہے کہ نوع انسانی کی عظیم اکثریت خسارے میں ہے۔ یعنی وہ جہنم میں جائے گی۔ ﴿وَالۡعَصۡرِ ۝ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۝﴾ "عصر کی قسم کہ انسان نقصان میں ہے"۔ جہنم سے چھٹکارا پانا ہی اُس کی اصل کامیابی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہاں خطاب کفار سے نہیں بلکہ ایمان والوں سے ہو رہا ہے کہ ایمان تو لے آئے ہو، مسلمان ہو گئے ہو، اب عذاب الیم سے بچنا چاہتے ہو تو تمہیں مزید کچھ کرنا پڑے گا۔ ایمان تو پہلا قدم ہے۔ ایمان کے بغیر تو آدمی کا کوئی نیک عمل اللہ کے ہاں قبول ہی نہیں۔ گویا ایمان پہلی منزل ہے۔ ایمان لانے کے بعد اب جو کچھ کرنا ہے وہ کیا ہے، یہ نکتہ سمجھنے کا ہے۔ دراصل ہمارے ہاں تصور یہ ہے کہ ہم بخشے بخشائے ہیں۔ ایمان لے آئے تو بس جنت ہمارا پیدائشی حق ہے۔ قرآن چونکہ کامل ہدایت نامہ ہے، اس نے پہلے ہی ہماری آنکھیں کھول دی ہیں، لیکن ہم قرآن پڑھیں تو پتا لگے گا۔ یہی تصور سابقہ اُمت یعنی یہود کا تھا جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہو چکے ہیں اور مغضوب علیہم ہیں۔ یہ قوم حق سے دور جا چکی ہے اور اللہ سے اتنی بڑی بغاوت کر چکی ہے کہ اب اس پر اللہ کا غضب ہے۔ وہ نبیوں کی اولاد تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم تو بخشے بخشائے ہیں، جنت تو ہے ہی ہمارے لیے۔ قرآن نے اس کی شدت سے تردید کی ہے۔ وہی تصورات ہمارے ہاں بھی ہیں کہ ہم بخشے بخشائے ہیں، صرف اس وجہ سے کہ مسلمان گھر میں پیدا ہو گئے۔ جبکہ یہاں کیا کہا جا رہا ہے کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، عذاب الیم سے چھٹکارا چاہتے ہو تو اللہ کے ساتھ ایک سودا کر لو۔ یہاں بھی انسانی نفسیات کا خاص لحاظ رکھا گیا۔ ہمارے ہاں کامیابی کے تصورات میں یہ بھی ہے کہ آدمی کو دُنیا میں بہترین خوشحالی اور کامیابی کے لیے کوئی اچھی ڈیل مل جائے۔ کوئی بارگین اچھا ہو جائے۔

مرتب: فرقان دانش

بہت بڑا سودا ہو جائے۔ آدمی خود بھی اس کی تلاش میں ہوتا ہے اور دوسرے بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ اس کی اچھی ڈیل ہو گئی ہے یا نہیں۔ یہ ڈیل کرنا اور کامیابی کی طرف بڑھنا انسان کی فطرت اور طبیعت کا حصہ ہے۔ اسی کے لیے ساری بھاگ دوڑ ہو رہی ہے۔ دُنیا کے لیے جو چلت پھرت اور جو ہنگامے ہیں وہ سارے اسی وجہ سے ہیں۔ لیکن یہاں واضح کیا گیا کہ حقیقی ڈیل وہ ہے جو تمہیں عذاب الیم سے چھٹکارا دلا دے۔ یہاں کسی کو بہت عمدہ ڈیل مل بھی گئی تو یہی ہو گا کہ اُس کا عارضی مستقبل سنور جائے گا، اس کی اگلی سات پشتوں کا مستقبل سنور جائے گا، لیکن اگر وہ آخرت میں ناکام ہو گیا تو پھر مکمل ناکامی اُس کا مقدر ہو گی۔ آخرت میں انسان کے دو ہی ممکنہ انجام ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں: ﴿وانها الجنة ابدا او لنار ابدا﴾ یعنی یا تو ہمیشہ کے لیے جہنم ہے یا پھر ہمیشہ کے لیے جنت ہے۔ جنت اور جہنم کے سوا کوئی تیسرا مقام نہیں ہے۔ جس شخص کو دائمی زندگی میں عذاب الیم سے چھٹکارا مل گیا، وہی سب سے بڑا کامیاب ہے۔ اس سے اعلیٰ کامیابی کا کوئی تصور ممکن ہی نہیں۔ جو اس حقیقت کو سمجھ گیا وہ چاہے گا کہ ایسی ڈیل ہو جائے کہ یقینی طور پر مجھے آخرت میں عذاب الیم یعنی نار جہنم سے چھٹکارا مل جائے۔ اگلی آیت میں اسی ڈیل کا تذکرہ ہے:

﴿تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ﴾

"(وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ۔"

اس ڈیل کے دو حصے ہیں۔ تمہیں دو بڑے بڑے کام کرنے ہیں۔ پہلا یہ کہ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر پختہ ایمان رکھو۔ ایمان سطحی اور سرسری سا نہ ہو، ایمان وہ نہ ہو کہ دماغ کے ایک کونے میں کہیں موجود ہو کہ ہاں اللہ بھی ہے، اور باقی ساری سوچ، فکر کا تعلق دُنیا اور دنیاوی مسائل سے ہو۔ آخرت سوچ کا حصہ ہی نہ ہو۔ اللہ کے احکام اور اس کی طرف سے ہم سے تقاضے کیا ہیں، اس کے بارے میں سوچنے کے لیے وقت ہی نہ ہو۔ یہ حقیقی ایمان نہیں۔ لہٰذا تم سے پختہ اور یقین قلبی والا ایمان مطلوب ہے۔ جب دل میں یہ ایمان ہو گا تو پھر ہی تم اس دُنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دو گے، کہ آخرت ہی انسان کا اصل گھر

ہے۔ ﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ﴾ (العنکبوت:64) ”اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے“۔ رہی دنیا کی زندگی تو یہ دھوکے کا سامان ہے۔ ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ o﴾ ”اور دُنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔“ (آل عمران:185) جس ہستی نے یہ دُنیا بنائی ہوئی ہے، وہ خود کہہ رہا ہے کہ یہ دُنیا متاع غرور ہے۔ اگر کوئی شخص پھر بھی اس متاع غرور کو اپنی پریکٹس اور ترجیح اول بنالیتا ہے تو یہ حد درجہ نامعقولیت کی بات ہے۔ بچوں کو تو ہم عقل مند اور دانا بن کر سمجھاتے ہیں کہ بیٹا یہ چند سال ہیں، ان میں محنت کرلو، تمہارا مستقبل سنور جائے گا۔ اگرچہ تمہارے رجحانات یہ ہیں کہ کھیل کود اور دوستوں کے ساتھ تمہارا دل لگتا ہے، لیکن اپنی طبیعت پر جبر کرو، تفریحات کو چھوڑ دو، تاکہ تمہارا مستقبل سنور سکے۔ ہمارے نزدیک عقل مند شخص وہی ہوتا ہے جو اپنے بچوں کو یہ بات سمجھاتا ہے کہ ان کا مستقبل سنور جائے۔ ہم نے یہ نہیں سوچا کہ وہ مستقبل ہے کتنا، بچے کو کتنی عمر ملی ہے۔ یہ بھی نہیں پتا کہ کوئی بڑھاپے تک پہنچے گا یا نہیں۔ لہٰذا اصل مستقبل کو نظر انداز کر کے، یہاں کی چندروزہ زندگی سے دل لگانا نادانی ہے۔ اس سے بڑی ناسمجھی کی بات اور کوئی نہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور اپنے بچوں کو سبق پڑھاتے ہیں کہ مستقبل اس دنیا کا ہے، اس کے لیے کوشش کرو۔ ساری پڑھائی اس کے لیے کرو۔ ساری محنت اس کے لیے کرو۔ جب تک ہم اس تضاد سے نہیں نکلیں گے، آخرت کی طرف ہمارا رُخ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر اللہ اور رسول ﷺ پر پختہ ایمان ہو تو پھر ترجیح بدل جائے گی۔ اب ترجیح دُنیا نہیں ہوگی بلکہ آخرت ہوگی۔ ہمارا ہر عمل اس بات کی گواہی دے رہا ہوگا، شب و روز بتا دیں گے کہ ہمارا ایمان دنیا پر ہے یا آخرت پر ہے۔ آس پاس کے لوگ بھی بڑی آسانی سے اندازہ کرلیتے ہیں کہ آدمی کا اصل ایمان کس پر ہے۔ لہٰذا کسی کو دھوکا دینے کی بجائے خود اپنے گریبانوں میں جھانکو۔ پختہ ایمان رکھو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر۔ یعنی جو رسول ﷺ کی تعلیمات ہیں اُن پر ایمان رکھو۔ یہ نجات کی شرط اول ہے۔ جب ایمان پختہ ہوگا تو قبلہ خود بخود درست ہوگا۔ اب ترجیح اول آخرت ہوگی، دُنیا نہیں ہوگی۔ اس کے بعد کیا کرو۔ فرمایا:

﴿وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ط﴾

”اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔“

اللہ کے راستے میں وقت بھی لگاؤ، جسم و جان کی توانائیاں بھی لگاؤ۔ حتیٰ کہ اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اپنا مال بھی اس کام میں لگاؤ۔ اب اسے پچھلی آیات سے جوڑ دیجیے۔ جہاد کس لیے ہے! محض اس لیے کہ جو بھی دنیا میں کافر ہو اس کو قتل کر دیا جائے۔ ہرگز نہیں۔ اسلام میں کسی کافر کی بھی جان لینے کی اجازت ہرگز نہیں ہے سوائے حربی کافر کے۔ کافروں کو بھی پورا موقع دیا گیا ہے کہ آزادانہ زندگی گزاریں۔ اسلامی ریاست میں ہر شخص اپنے مذہب پر قائم رہ سکتا ہے۔ کسی پر کوئی جبر نہیں۔ ہر مذہب کے پیروکار کو پورا تحفظ حاصل ہوگا۔ یہ جہاد پھر کس لیے ہے؟ یہ دراصل رسول اللہ ﷺ کے اُس مشن کی تکمیل کے لیے ہے جو اس سورت کا مرکزی مضمون ہے۔ یعنی رَب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنے کے لیے۔ اس مقصد کے لیے باطل قوتوں کے ساتھ پنجہ آزمائی اور باطل کو جڑ سے اکھاڑنے کی جدوجہد کا نام جہاد ہے۔ اس کام کے لیے لوہا بھی استعمال ہوگا۔ اس لیے قرآن میں آیا کہ:

﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ﴾ (الحدید:25)

”اور ہم نے لوہا پیدا کیا اس میں (اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطرہ بھی شدید ہے“۔ فولاد کیوں استعمال ہوگا؟ اس کا سبب بھی سمجھ لیجیے۔ دراصل ہر نظام میں ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جس کے رائج نظام سے مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔ وہ کبھی نہیں چاہتا کہ دنیا میں انصاف ہو، دولت کی منصفانہ تقسیم ہو۔ جو لوگ سارے وسائل پر قابض ہوتے ہیں وہ کسی کو ایک بوند پانی دینے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان کو سیدھا کرنے کے لیے لوہا اُتارا گیا۔ یہ غلبہ دین اصلاً حضور ﷺ کا مشن تھا۔ آپؐ نے جزیرہ نما عرب میں عادلانہ نظام، دین حق قائم کر کے دکھا دیا۔ یہ مشن تکمیلی شان کے ساتھ تب پورا ہوگا جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو جائے گا۔ اس لیے کہ آپؐ کی رسالت صرف عربوں کے لیے نہیں تھی، بلکہ قیامت تک آنے والی پوری نوع انسانی کے لیے ہے۔ اب یہ کام کس کو کرنا ہے؟ یہ کام اب اُمت کے ذمہ ہے۔ عذاب الیم سے چھٹکارے کا ہمیں یہی نسخہ بتایا جا رہا ہے کہ اس مشن میں رسول اللہ ﷺ کے دست بازو بن جاؤ اور اس مشن کو لے کر آگے بڑھو۔ شروع میں جو آیت آئی تھی اس کو یہاں جوڑ لیجیے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ (الصف:4) ”جو لوگ اللہ کی راہ میں (ایسے طور پر) پرے جما کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں وہ بے شک اللہ کے محبوب ہیں“۔ ابدی کامیابی کی یہ تعلیمات ہیں۔ رسالت محمدی ﷺ کے اس مشن کے لیے جہاد کو قیامت تک کے لیے مسلمانوں پر لازم کردیا گیا۔ کامیابی کا یقینی راستہ یہی ہے۔ معرکۂ خیر و شر اور معرکۂ حق و باطل کے امتحان ہی کے ذریعے وہ لوگ نکھر کر سامنے آتے ہیں جو اللہ کے حقیقی وفادار ہیں۔ انسان کو فطرتاً مال سے بڑی محبت ہے۔ لہٰذا امتحان یہی ہے کہ کون اللہ کے لیے اور اللہ کے دین کے غلبے کے لیے اپنا مال لٹانے کے لیے تیار ہیں۔ انسان کو جان سب سے بڑھ کر عزیز ہوتی ہے لیکن واضح فرمایا کہ اللہ کے دین کے غلبے، اس کے کلمے کی سربلندی اور اس کی عظمت کی خاطر اپنی گردن کٹانے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی کامیاب ہوں گے۔ اعلیٰ ترین مقام انہی کو ملے گا۔ آگے فرمایا:

﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o﴾ (الصف:11)

”اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔“

اپنا مال لگانا، اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہونا، بظاہر نقصان کا سودا ہے لیکن اصل فائدہ اسی میں ہے۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے، اگر تم سمجھو۔ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ ڈیل کرلی تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾

”وہ تمہارے گناہ بخش دے گا“

اگر تم نے قبلہ سیدھا کرلیا ہے اور علی وجہ البصیرۃ اس راستے پر چلے، اس کے تقاضوں کو پورا کیا، اور کسی وقت کچھ کمی رہ گئی، کوئی کوتاہی ہوگئی تو وہ معاف فرما دے گا۔ انسان خطا کا پتلا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ((كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ)) (ترمذی) ”تمام بنی آدم خطا کار ہیں (کوئی کم، کوئی

جس ہستی نے یہ دُنیا بنائی ہوئی ہے، وہ خود کہہ رہا ہے کہ یہ دُنیا متاع غرور ہے۔ اگر کوئی شخص پھر بھی اس متاع غرور کو اپنی پریکٹس اور ترجیح اول بنالیتا ہے تو یہ حد درجہ نامعقولیت کی بات ہے

زیادہ) اور ان خطا کاروں میں بہترین وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں''۔ جب تم نے قبلہ درست کر لیا اور پھر بھی کوئی تساہل ہو گیا، کوئی کمی ہو گئی تو فوری اللہ سے استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ سچی توبہ سے بڑے بڑے گناہ دھل جاتے ہیں۔ کوئی سمجھے کہ میری زندگی کا بڑا حصہ جن کاموں میں گزرا وہ عاقبت کو برباد کرنے والے تھے، اس کی آنکھیں کھل جائیں تو وہ سچی توبہ کرے، اللہ تمام سابقہ گناہ بخش دے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔ وہ سابقہ گناہ بھی بخش دے گا اور اس رستے میں اگر کوئی کمی رہ گئی تو اُسے بھی معاف فرما دے گا۔ مزید انعام کیا ملے گا؟ فرمایا:

﴿وَيُدۡخِلۡكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ﴾

''اور تم کو باغہائے جنت میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں۔''

جنت کو کسی نے آج تک دیکھا نہیں۔ لہٰذا دنیا میں جو نعمت اور عیش و آرام کے تصورات ہیں، اسی کے حوالے سے بتایا جا رہا ہے کہ وہاں باغات ہوں گے۔ انسان کے جو محدود تصورات ہیں انہی کے حوالے سے جنت کا ایک نقشہ دیا گیا۔ لیکن جنت کی حقیقی نعمتیں کیا ہیں، ان کے بارے میں قرآن مجید میں بھی اشارہ موجود ہے اور حضور ﷺ نے بھی فرمایا کہ جنت کی نعمتیں نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھیں، نہ کسی کان نے ان کے بارے میں کبھی کچھ سنا، نہ کسی کے تخیل میں کبھی اُن کا کوئی احساس تک وارد ہوا۔ جو کچھ تمہارے اس وقت احساسات اور راحت کے تصورات ہیں، اُن کے مطابق وہاں سب کچھ تمہیں ملے گا ہی، لیکن اصل نعمتیں اس سے بھی بہت آگے ہیں۔ پھر وہ عارضی نہیں، ابدالآباد تک کے لیے ہیں۔ اس راستے پر آنے سے تمہیں نہ صرف عذاب الیم سے چھٹکارا مل جائے گا بلکہ ان باغات میں داخل ہو جاؤ گے، جن کے دامن میں ندیاں اور چشمے رواں ہوں گے۔ آگے فرمایا:

﴿وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۲﴾﴾

''اور پاکیزہ مکانات میں جو بہشت ہائے جاودانی میں (تیار) ہیں داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ تمہیں ہمیشہ رہنے والے باغات (residential gardens) میں داخل کرے گا۔ یہ انسان کے تصور میں اعلیٰ ترین زندگی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں فوز عظیم کے الفاظ کئی جگہ آئے ہیں۔ لیکن یہ جہاں بھی آئے ہیں صرف جنت اور آخرت کے لیے آئے ہیں۔ دنیا میں تو کوئی فوز عظیم ہے ہی نہیں۔ دُنیا میں جو کچھ بھی ملتا ہے وہ آزمائش کے لیے ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَاُخۡرٰى تُحِبُّوۡنَهَا ؕ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ ؕ﴾

''اور ایک اور چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمہیں اللہ کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح (عن قریب (ہوگی))۔''

یہاں بہت اہم نکتہ آ رہا ہے۔ بلاشبہ حقیقی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، جس کی کوئی نسبت دنیاوی کامیابی سے نہیں ہے۔ دنیاوی کامیابی ایک بونس ہے۔ یہ ہرگز کامیابی کا معیار نہیں ہے۔ اگر کسی کو دنیا میں کامیابی نہیں ہوئی تو اس کا مطلب نہیں کہ وہ حق پر نہیں تھا، یا کسی کو دنیاوی کامیابی ملی ہے تو وہ حق پر تھا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کتنے ہی نبی اور رسول ایسے گزرے جن کی دعوت کسی نے قبول نہیں کی۔ کتنے ہی نبی قتل کر دیے گئے۔ (معاذ اللہ)

جو قوم حق کے ساتھ کھڑی ہو جائے اور پھر تمام امتحانات سے کامیابی کے ساتھ گزرے، ثابت کر دے کہ کوئی بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی ہمارا رستہ نہیں روک سکتی تو پھر ایک وقت آتا ہے کہ اللہ کی غیبی مدد آتی ہے

وہ ناکام نہیں ہوئے۔ وہ اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے گئے ہیں۔ لہٰذا وہ کامیاب ہیں۔ البتہ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے کہ وہ دنیا میں اللہ کے دین کے لیے محنت کرتا ہے تو چاہتا ہے اُسے کامیابی ملے۔ اس لیے فرمایا کہ تمہیں ایک چیز بڑی پسند ہے۔ اب یہ انسانی نفسیات کی بات ہو رہی ہے کہ تم چاہتے ہو کہ رب کی دھرتی پر اس کا نظام قائم ہو۔ اس کے لیے کوشش و محنت کر رہے ہو۔ اس کے لیے قربانی دے رہے ہو۔ لیکن کوئی تمہاری بات سن نہیں رہا۔ تمہاری اس دعوت و تبلیغ کا کوئی اثر سامنے نہیں آ رہا۔ قوم سننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ناکام ہو۔ ہاں تمہاری خواہش ضرور ہوگی کہ دنیا میں بھی تمہیں کامیابی نظر آئے، ہمیں دنیا میں بھی اسلام غالب ہوتا نظر آئے، اللہ کا کلمہ سربلند ہو۔ یہ خواہش ویسے تو بہت مثبت اور پسندیدہ ہے۔ لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ اس کا اصل کامیابی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہاں تمہاری یہ خواہش البتہ پوری ہوگی۔ یعنی تمہاری آنکھوں کے سامنے اللہ کا دین غالب اور قائم ہوگا۔ یہ کب ہوگا، یہ اللہ کی مشیت ہے۔ وہ جب چاہے گا تب ہوگا۔ چونکہ تمہیں یہ شے پسند ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ بشارت دے رہا ہے۔

﴿وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳﴾﴾

''اور مومنوں کو (اس کی) خوشخبری دو۔''

اے نبیؐ بشارت دے دیجیے اہل ایمان کو۔ اب یہ کس موقع پر ہوا۔ قیاس یہی ہے کہ یہ غزوۂ احزاب کے بعد ہوا۔ غزوۂ احزاب تک اسلامی تحریک کو 13 سال مکہ میں اور 5 سال مدینہ میں گزر چکے تھے۔ 18 سال تم نے جو قربانیاں دی ہیں، جو محنت کی، جو تشدد برداشت کیا ہے، سخت ترین آزمائشوں سے گزرے ہو، اللہ کی طرف سے خوشخبری آ گئی، کہ دنیا میں بھی فتح قریب ہے۔ یہ آنحضور ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کے ساتھ ہوا۔ میں نے پچھلی مرتبہ عرض کیا تھا کہ غزوۂ احزاب کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے بشارت دے دی تھی کہ اب کبھی قریش کو ہمت نہیں ہوگی کہ وہ تم پر آکر چڑھائی کریں۔ اب چڑھائی تمہاری طرف سے ہوگی۔ اب پانسہ پلٹ چکا ہے۔ لیکن یہ کب ہوا، جب مسلمانوں نے قربانیاں دے کر کوالیفائی کر لیا۔ اقبالؒ کا یہ شعر اپنی جگہ بہت عمدہ ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

جو قوم حق کے ساتھ کھڑی ہو جائے اور پھر تمام امتحانات سے کامیابی کے ساتھ گزرے، ثابت کر دے کہ کوئی بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی ہمارا رستہ نہیں روک سکتی اور ہم اس رستے میں سب کچھ لٹانے کے لیے تیار ہیں تو پھر ایک وقت آتا ہے کہ اللہ کی غیبی مدد آتی ہے۔ یہ اُصول قیامت تک کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کے پیغام کو سمجھنے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کا نقشہ بدلنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

☆☆☆☆☆

کچھ تو ادھر بھی!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

11/9 کے بعد پاکستان جس راہ پر چلا دوست دشمن کی پہچان کھو کر، لمحہ بھر رُک کر دیکھیے، ہمارے گردوپیش کیا کچھ ہوگیا! بھارت انتہا پسندی کی راہ پر وہاں جا پہنچا کہ بی جے پی کی 338 سیٹوں میں سے ایک بھی کسی نام نہاد مسلمان تک کے حصے میں نہ آئی۔ منہ دکھانے، بچانے (Face Saving) کی ضرورت بھی انہوں نے محسوس نہ کی۔ مسلمانوں پر وہاں خوف کے گھنیرے سائے ہیں اور مسجدوں پر مینگلور میں ابھی سے حملے اور اذان پر پابندی کے مطالبے بھی شروع ہوگئے ہیں۔ ہم اسی پر خوش ہیں کہ مودی نے وزیراعظم کو دعوت نامہ بھیج دیا۔ خوش فہمی کا پردہ دو طرفہ تعلقات کی ماہر میر و پامہ سبرامانین (روزنامہ 'ہندو' کی اسلام آباد میں سابق نمائندہ) نے ٹویٹ کر کے چاک کر دیا کہ ''مودی کا دعوت نامہ کوئی معرکے کا اقدام نہیں ہے، علاقائی بالادستی کی علامت ہے۔ سارک لیڈروں کو بلانا ایسا ہی ہے جیسے ایک شہنشاہ اپنی تاجپوشی پر رعایا کو طلب کرتا ہے۔ یہ دہلی دربار کی یادگار ہے''۔ نواز شریف کا جانا اپنی جگہ۔ تاہم بی جے پی اور مودی کی فکری اٹھان کے پیش نظر بدگمانی کے اسباب زیادہ ہیں۔ یہ بھائی چارگی کی نہیں ہماری بے چارگی کی علامت زیادہ ہے! سکم، بھوٹان کے ساتھ ہم بھی دربار میں جی حضور کہہ کر حاضری لگوا آئے۔ پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے! (اس کی ویرانیوں میں تو پہلے بھی امریکہ بھارت کے الو بول رہے ہیں)۔ جو بھی بھارت جائے، اس ابھرتی ہوئی عالمی طاقت کی گاڑیوں کا موازنہ اپنے ہاں بلٹ پروف کروڑوں کی BMWs سے ضرور کرے جو وزیراعظم کے لیے 22.4 کروڑ سے دو مزید خریدی جا رہی ہیں (مفلس عوام کی جیب کاٹ کر)۔ اسلام آباد، پنڈی اور دہلی کی گاڑیوں کا موازنہ ضروری ہے! ہم ابھی بٹل میں بھارتی اور قلعہ سیف اللہ پر افغان فوج کی فائرنگ کو رو رہے تھے کہ ایرانی فورسز نے پنجگور پر ہمارے علاقے میں فائرنگ کر کے ایک پاکستانی شہری شہید اور اس کا بھائی زخمی کر ڈالا۔

مودی والے بھارت میں اس انتخابی نعرے کی گونج بھی فضاؤں میں ہے۔ ''مسلمانو! ہندو ہو جاؤ یا بحرِ ہند میں غرق ہو جاؤ''۔ ہم کیا کر رہے ہیں؟ ''روم جل رہا تھا اور نیرو بانسری بجا رہا تھا'' کے وزن پر خطرات کے سیاہ بادل مشرق سے اُمڈ رہے ہیں۔ ہم 'جیو مرڈ' کھیل رہے ہیں۔ ملک بھر میں 'جیو' پر یلغار اور شمالی وزیرستان پر 'مرڈ' کی گھن گرج۔ ہم مسٹر برنز کا حکم بجا لا رہے ہیں۔ افغانستان میں جو برنز (Burns) انہیں آئے اس پر وزیرستان میں بمباری، آپریشن، کرفیو، محاصرہ کر کے برنال لگا رہے ہیں۔ اِدھر برنز کا حکم تھا اُدھر امریکی اور افغان جرنیلوں سے ملاقات ہوئی۔ پہلے میسر بہانے پر ہم نے وزیرستان پر اپنے جنگجو طیارے اور ہیلی کاپٹر مامور کر کے اپنی ہی سرزمین کا سینہ آتش و آہن اور بارود سے چھلنی کر دیا۔ پہلے لگاتار دس دن کے کرفیو سے آبادی ادھ موئی ہو چکی تھی۔ آپریشن کے دوران دوبارہ کرفیو لگا دیا، تا کہ طبی امداد کے سارے دروازے بند رہیں۔ میڈیا پر مکمل بلیک آؤٹ 'اتنے دہشت گرد مارے گئے' کے سوا۔ حالانکہ کئی بچوں، عورتوں کی مارے جانے کی رپورٹیں میڈیا میں آ چکی ہیں۔ فقیر اپی روڈ اسلام آباد کے گرد آباد کچی بستی جیسے مکینوں کی پسماندہ آبادی ہے، جس میں عورتیں، بچے، خاندان، فصلیں، مویشی سبھی کچھ ہے۔ وہاں ''دہشت گرد مارنا'' کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسے بھوسے کے ڈھیر سے سوئی ڈھونڈ نکالنا۔ ہاں اصل قصور فقیر اپی کی نسل سے ہونے کا ہے، سو وہ خمیازہ تو بھگتیں گے۔ آزاد ذرائع ابلاغ کی وہاں رسائی ممکن نہیں۔ اب 'جیو مرڈ جھگڑے' میں کون مائی کا لال زبان کھولے گا!

اسلام آباد میں آمنہ جنجوعہ اور خواتین پر ٹوٹ پڑنے والی قوتوں نے 300 کرپان بردار سکھوں کو ریڈزون کے حساس ترین علاقے عبور کرتے ہوئے پارلیمنٹ کے اندر سکون سے گھس جانے دیا۔ دو چھوٹے پر اسرار دھماکے۔۔۔ ساتھ ہی اسلام آباد (تہہ در تہہ سکیورٹی کے باوجود) فوج کے حوالے سکیورٹی کرنے کی خبر کوئی نیک شگون نہیں؟ خیبر پختونخوا کے دردمند مائی باپ عمران خان جب سے بوٹ پہن کر دھاندلی سے نمٹنے کھڑے ہوئے ہیں ان کا امریکی جنگ پر غیظ و غضب اور قبائل کی مظلومیت کا غم جھاگ کی طرح بیٹھ گیا ہے۔ البتہ زلزلہ، بے وقت کی تباہ کن بارش اللہ کی ناراضی کا پتہ دے رہی ہے۔ اگر کسی کو پرواہ ہو! پکی ہوئی گندم کی فصل اب ہر جگہ بارش سے ہمارے اعمال کی طرح سیاہ ہوئی پڑی ہے!

زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایام ہیں!

لیکن یہاں تو دختر بداختر کے جلووں سے فرصت نہ ملی! تمام چینلز اسے نوجوان نسل کے لیے رول ماڈل بنا سجا کر دکھاتے رہے۔ تا آنکہ وہ سب کچھ جو پہلے دو چینلز پر مبنی بر توہین خانوادۂ رسول مواد چل چکا تھا بلا نوٹس، جیو پر آن وارد ہوا۔ اب یکا یک وہ طوفان اٹھا جو توہینِ قرآن، توہینِ رسالت، بار بار کی توہینِ صحابہؓ پر یوں نہ اٹھا تھا۔ پس پردہ حبِ علیؓ سے بڑھ کر بغض معاویہؓ کارفرما تھا۔ جیو جس اصل توہین کا مرتکب ہوا تھا یہ اسی کا تسلسل تھا۔ ٹیلی ویژنی خرافات نہ دیکھنے والوں کے لیے شرک اور گستاخی پر مبنی یہ مواد دم بخود کر دینے والا ہے۔ یہ مواد پہلے بھی پیش ہوتا رہا اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔۔۔؟ سیدۃ النساء، خاتونِ جنت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور سیدنا علیؓ فاتح خیبر، محبوب رسول ﷺ ہمارے سر کے تاج ہیں، لیکن یہ شرک کی انتہا کیونکر گوارا کی جا سکتی ہے۔۔۔؟ ''لڑکا ہے خدا کے گھر کا، لڑکی ہے نبی کے گھر کی، یہ ارض و سما کا مالک وہ ملکہ بحر و بر کی''۔ شرک سے بڑی توہین (Blasphemy) کیا ہوگی؟ گستاخی صرف درجہ گھٹانے یا مذکورہ پروگرام کی رکیک مماثلت میں نہیں۔ اللہ سے درجہ بڑھا دینا یا شریک ٹھہرا دینا مملکت خدا داد پاکستان میں کیونکر گوارا ہو؟ زبان کھلتے ہی مسلم بچے کو پڑھایا جانے والا سبق یہ ہے: ''وہ (اللہ) جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا۔ جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں، جس

نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر اس کی تقدیر مقرر کی۔ لوگوں نے اسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا لیے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے جو نہ مار سکتے ہیں نہ جلا سکتے ہیں نہ مرے ہوئے کو پھر اٹھا سکتے ہیں''۔ (الفرقان۔2,3) نیز یہ کہ ''جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود پکارے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ ایسے کافر کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ کہو میرے رب درگزر فرما اور رحم کر، اور تو سب رحیموں سے اچھا رحیم ہے''۔ (المومنون:118,117)

پس ہم بھی ان جہالتوں، گستاخیوں پر رب کے حضور جھک کر اتباع رسول میں ﴿فَاِنَّھُمْ قَوْمِیْ لَا یَعْلَمُوْنَ o﴾ کہہ کر درگزر اور رحم کے لیے درخواست کناں ہیں۔ توہین کے تیرہ سال میں کئی واقعات کے تسلسل پر اب سیاست چمکانے کی ہمارے پاس کون سی گنجائش باقی ہے۔۔۔؟ یہ جھٹکا پورے میڈیا کی سٹاک ٹیکنگ کا ذریعہ بننا چاہیے۔ دینی جماعتیں اگر مخلص ہیں تو موقع غنیمت جان کر یک زبان ہو کر اخلاقی سڑاند اور گمراہی کے برپا طوفانوں کے آگے بند باندھیں۔ وقت کی مقتدر قوتیں تو گورستان شاہی کی زینت بن جائیں گی۔ مقتدر اعلیٰ، عزیز مقتدر کی رضا جوئی کی خاطر نسل نو کی بربادی کے دو سامان۔ مادر پدر آزاد میڈیا اور کفریہ ایجنڈوں سے لیس نصاب تعلیم کی خبر لیں۔ علماء کے شایان شان مظاہرے نہیں۔ دینی جماعتیں رہبری کا سامان کریں۔ ننھے بچوں کے لیے اب سورۃ الفرقان کی آیت نہیں، آنکھ کھولتے ہی کئی سکولوں میں جارجی پارجی نامی بچے کی نرسری نغمگی ہے۔ عملی اظہار تربیت کے لیے خوبصورت تصاویر سے مزین۔ پڑھیے اور سر دھنیے۔ 'جارجی پارجی پڈنگ اور پائی (Pie)، لڑکیوں کو چوم کر رُلاتا تھا۔ جب لڑکے کھیلنے کو باہر آتے تو دوڑ جاتا تھا'۔ جارجی پاجی ایک بچی کو چومتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔۔۔! سکول میں یہ سب اور پھر باقی اسباق دینا ملک اور ناشائستہ میزبانوں کے ذمے۔۔۔! طالبان چٹنی بنانے اور امریکی ایجنڈے نبھانے سے فرصت ہو۔ تو اے خانہ برانداز چمن کچھ تو اِدھر بھی! نواز شریف کا جانا اپنی جگہ

☆☆☆☆☆

پریس ریلیز 02 مئی 2014ء

سجنا گروپ کی ملا فضل اللہ کی زیر قیادت تحریک طالبان سے علیحدگی خوش آئند ہے

تحریک طالبان سے سجنا گروپ کی علیحدگی کے بعد طالبان سے مذاکرات کا سلسلہ از سر نو شروع کیا جائے

اسلامی نظریہ اور قومی تشخص کو مضبوط بنائے بغیر انڈیا سے دوستی ہمارے لیے تباہی کا پیغام لائے گی

حافظ عاکف سعید

سجنا گروپ کی ملا فضل اللہ کی زیر قیادت تحریک طالبان سے علیحدگی خوش آئند ہے۔ تحریک طالبان میں محسود قبیلے کے گہرے اثر و رسوخ کے باوجود تحریک کی قیادت کے لیے ملا فضل اللہ کا انتخاب اگرچہ قبائلی روایات کے یکسر منافی تھا، لیکن یہ دراصل ہماری پالیسیوں اور اقدامات کا ردِ عمل تھا۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ محسود قبیلے کے زیر اثر سجنا گروپ طالبان کے ''ہاکس'' کے مقابلے میں صلح جو گروپ ہے۔ تحریک طالبان سے سجنا گروپ کی علیحدگی کے بعد طالبان سے مذاکرات کا سلسلہ از سر نو شروع کیا جائے اور مذاکرات کو کامیاب بنایا جائے۔ وزیر اعظم نواز شریف کے دورۂ بھارت پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ نواز شریف تو بھارت کے آگے بچھے جا رہے تھے، مگر دوسری جانب سے انہیں مطالبات کی فہرست تھما دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ انڈیا سے مفاہمت اچھی بات ہے، لیکن یہ بہت بڑا مغالطہ ہے کہ انڈیا سے ہماری دوستی بھی ہو سکتی ہے، جس نے آج تک ہمارے وجود کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ہم نے ہندو سے الگ خطہ زمین اسلامی نظریہ کی بنا پر حاصل کیا تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ اسلام کا نظام عدل قائم کر کے دُنیا کو اسلامی نظام کا نمونہ دکھائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم زمین پر اللہ کے عظیم الشان دین کے نمائندے ہیں۔ ہمارے پاس ایک جامع دستور حیات اور کامل نظام زندگی ہے، جبکہ ہندو اس سے محروم ہے۔ اگر ہم اسلامی نظریہ کو غالب اور اپنے نظریاتی تشخص کو مضبوط بنا کر انڈیا سے مفاہمت کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے ہندو ہماری طرف کھینچے چلے آئیں گے۔ لیکن اگر ہم نے اسلامی نظریہ اور قومی تشخص کو مضبوط بنائے بغیر انڈیا کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو یہ دوستی ہمارے لیے تباہی کا پیغام لائے گی، اور پاکستان اپنی وجہ جواز کھو بیٹھے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبۂ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت
کے تازہ اور سابقہ شمارے کے لیے
ہماری ویب سائٹ
www.tanzeem.org ملاحظہ کیجیے

پاک بھارت تعلقات کا مستقبل؟

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: سجاد میر (معروف صحافی، دانشور)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد
مرتب: فرقان دانش

سوال: بی جے پی نے 278 اور بی جے پی کی زیرقیادت بننے والے نیشنل ڈیموکریٹک الائنس نے 543 میں سے 362 نشستیں حاصل کر کے حیران کن کامیابی حاصل کی ہے۔ آپ کے خیال میں اس کی وجہ کانگریس کا دس سالہ کرپشن زدہ دور حکومت تھا یا ہندو انتہا پسندی کا جنون؟

سجاد میر: دو تین باتوں کی وجہ سے انھیں ایسی کامیابی ہوئی ہے، جس کی خود بھارتی بھی توقع نہیں کر رہے تھے۔ پہلی بات یہ ہے کہ لوگ کانگریس سے ناخوش تھے۔ بھارتی معاشرے میں کچھ تضادات پیدا ہو گئے ہیں جنھیں کسی حکومت کے لیے سنبھالنا آسان نہیں تھا۔ جب واجپائی کی حکمرانی پارٹی الیکشن ہاری تھی تو انھوں نے شائننگ انڈیا کا نعرہ لگایا تھا۔ لوگوں نے کہا یہ کیا مذاق کر رہے ہو، یہاں تو دیہاتوں میں غربت پھیلی ہوئی ہے۔ کچھ علاقوں میں مسلح جدوجہد ہو رہی ہے اور تم شائننگ انڈیا کا نعرہ لگا رہے ہو۔ مودی کی کامیابی کی دوسری وجہ ان کے کارکنوں کی سخت محنت ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ انڈیا میں سرمایہ دارانہ نظام اپنی پوری طاقت کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ مودی اپنے علاقے میں اس کا نمائندہ مانا جاتا ہے۔ اس نے اپنے علاقے میں فری مارکیٹ اکانومی کا تصور عام کیا ہے۔ اسی طرح آخری مہینے میں اس نے خاص طور پر پاکستان اور وہاں کے مسلم نمائندوں کے لیے جو بات کی ہے وہ بہت اہم ہے۔ آپ دیکھیے، بی جے پی کے ٹکٹ پر ایک بھی مسلمان منتخب نہیں ہوا۔ یوپی جو مسلمانوں کا گڑھ ہوا کرتا تھا وہاں سے بھی کوئی مسلمان کسی پارٹی سے نہیں جیت سکا۔ ہندوستان میں 25 کروڑ مسلمان آباد ہیں، مگر ان کو سے صرف 26 نشستیں ملی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو ووٹر کا مزاج کیا ہے۔ ہندو کہتا ہے کہ ہم رام مندر کی تعمیر کریں گے، ہم کشمیر کا سپیشل سٹیٹس واپس لیں گے۔ اس الیکشن میں بھارت کے کارپوریٹ سیکٹر نے خاص کردار ادا کیا ہے۔ کارپوریٹ سیکٹر کے پیسے سے جو ماحول پیدا ہوا ہے اس سے لگتا ہے کہ انڈین لوگوں کا مزاج مسلم دشمنی کا ہے۔ وہاں کے مسلمان انتہائی ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اب رزلٹ یہ نکلے گا کہ اگر مودی نے اپنی پرانی پالیسیاں جاری رکھیں تو ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک ردعمل پیدا ہو سکتا ہے۔ پہلے ہی وہاں پر انتہا پسندی موجود ہے۔ بہرحال اس وقت بی جے پی نے شہری انڈیا کے ساتھ دیہی انڈیا کو بھی قابو کرنے کی کوشش کی ہے۔ دراصل یہ تبدیلی معاشی ترقی کو سامنے رکھ کر پیدا ہوئی ہے۔ مودی ان ساری چیزوں کے ذریعے اقتدار میں آئے ہیں۔ یہ تضادات ان کے لیے مسائل پیدا کر سکتے ہیں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ مسئلہ پاکستان کا نہیں ہے بلکہ یہ صورت حال انڈیا کی جمہوریت، اسٹیبلشمنٹ اور پورے نظام کا ٹیسٹ ہے۔ جو نعرہ لگا کر آپ آتے ہیں، اُس کو پورا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اوباما تبدیلی کا نعرے لگا کر آیا تھا، مگر اسٹیبلشمنٹ نے اُسے کچھ کرنے نہیں دیا۔ انڈیا کی اسٹیبلشمنٹ اب مضبوط ہے۔ ان کا فارن آفس، ان کی فوج، ان کی بیوروکریسی اپنا رول ادا کرتی ہے۔ وہ بہت سی چیزوں کو Violate نہیں کریں گے۔ اگر مودی نے اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو انڈیا کے لیے ایک پرابلم پیدا ہو سکتی ہے۔

سوال: نریندر مودی کے 10 سالہ وزارت علیا کے دور میں امریکا نے انھیں ویزہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب جبکہ وہ ہیوی مینڈیٹ کے ساتھ وزیراعظم بن گئے ہیں، آپ کے خیال میں امریکا اور نریندر مودی کی Dealing کیسی ہوگی؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ مودی نے ماضی میں مسلمانوں پر جس ظلم و استبداد کا مظاہرہ کیا تھا وہ ناقابل معافی ہے۔ 2000 مسلمان زندہ جلا دیے گئے تھے اور پولیس کا تشدد بھی انہی پر ہوا تھا۔ امریکا کو انسانی حقوق کے حوالے سے کچھ رکھ رکھاؤ تو رکھنا پڑتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے اس وقت ویزہ نہیں دیا لیکن میں ایک بات کہتا رہتا ہوں کہ مسلمانوں خاص طور پر پاکستان کے حوالے سے ایک اتحاد ثلاثہ دنیا میں وجود میں آ چکا ہے، یعنی امریکا، اسرائیل اور بھارت۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اب امریکا نے آگے بڑھ کر اس کو سرکاری دورے کی دعوت بھی دی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس اتحاد ثلاثہ کا اصل ایجنڈا دنیا بھر میں مسلمانوں کو کچلنا اور اس میں خاص طور پر پاکستان جو ایک ایٹمی قوت ہے، اس کو دبانا اور کچلنا شامل ہے۔ اسی لیے وہی امریکا جو مودی کو ویزہ نہیں دے رہا تھا اور اب جبکہ مودی کی لہر چلی ہے تو خود امریکی سفیر مودی کے گھر گیا ہے۔ یہ الیکشن سے پہلے کی بات ہے۔ اسی طرح اسرائیل کا سفیر بھی اُس کے پاس گیا ہے۔ بعض اخبارات کی اطلاع کے مطابق اسرائیل کے سفیر اور اسرائیل کے کچھ لوگوں نے مودی کے گھر میں رہائش بھی لی ہے۔ یہ سارا تعلق اینٹی مسلم ہونے کی وجہ سے ہے۔ جب انڈیا اینٹی مسلم کے حوالے سے بات کرے گا تو سب سے پہلے پاکستان کا معاملہ آئے گا۔ امریکا نے اس وقت مسلم کشی کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ جو شخص اس معاملے میں اس کے کام آ سکتا ہے وہ اس کو اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ لہٰذا جس مودی کو اس نے ویزہ دینے سے انکار کر دیا تھا اس مودی کا اس نے آگے بڑھ کر استقبال کیا ہے۔ میری رائے میں اب امریکا اور

ہندوستان کے تعلقات میں اضافہ ہوگا، اگرچہ پہلے بھی ان کے تعلقات اچھے ہی ہیں۔ امریکا صف اول کا اتحادی ہمیں بناتا ہے اور سارے معاہدے انڈیا کے ساتھ کرتا ہے۔ ایک بات عرض کردوں کہ پاکستان کے حوالے سے مودی کانگریس سے بہتر ثابت ہوگا۔ کانگریس کا معاملہ تھا کہ بغل میں چھری منہ میں رام رام۔ کانگریس وہی کچھ کرتی تھی جو مودی کی خواہش ہے، لیکن وہ چھپ کر وار کرتی تھی جبکہ یہ کھل کر سامنے آئے گا۔ اگر پاکستان کو احساس ہو جائے کہ واقعتاً ہمارا دشمن کھل کر سامنے آ گیا ہے تو شاید اس حوالے سے مودی حکومت پاکستان کے لیے بہتر ثابت ہو۔

سوال: آپ کے خیال میں نریندر مودی کو ملنے والی پذیرائی کی وجہ ماہر معیشت ہونا ہے یا انتہا پسند ہندو راہنما؟

سجاد میر: جب وہ ہندو انتہا پسند کی حیثیت سے سامنے آ رہا تھا تو بھارت کا سیکولر چہرہ مسخ ہو رہا تھا۔ بعض دانشوروں نے بھی کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ کلدیپ نیّر پاکستان آئے تو انھوں نے کہا کہ بی جے پی جیت جائے گی، لیکن مودی وزیر اعظم نہیں بنے گا۔ یعنی اس کے پاس اتنی اکثریت نہیں ہوگی کہ وہ اکیلا حکومت بنا سکے۔ اتحاد میں شامل دوسری چھوٹی پارٹیاں اس کو قبول نہیں کریں گی۔ جہاں تک ماہر معیشت ہونے کی بات ہے تو منموہن سنگھ بھی ماہر معیشت تھا۔ جب وہ آیا تھا تو میں نے کہا تھا کہ اسے کارپوریٹ سیکٹر ناکام بنا دے گا۔ اگر مودی کارپوریٹ سیکٹر کے ایجنڈے پر کام کرتا ہے تو اسے پاکستان سے دوستی کرنا پڑے گی۔ پاکستان سے دوستی کیے بغیر وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اگر وہ پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کرتا ہے تو خود انڈیا کے مسلمانوں میں بہت بڑا ردّعمل پیدا ہوگا۔ وہاں کے مسلمان اگرچہ ابھی وحید الدین خان صاحب کے پیچھے لگے ہوئے ہیں لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ حقیقت ہے جو مولانا بخاری نے کہی ہے کہ بی جے پی کی کامیابی سے مسلمان سہم کر رہ گئے ہیں۔ وہاں جب مایوسی اس قدر بڑھ گئی کہ آپ کے حقوق دینے والا کوئی ادارہ موجود نہیں ہے تو انارکی اور تشدد پیدا ہوگا۔ مسلمانوں میں مسلح جدوجہد کا خیال پیدا ہوگا۔ مودی ماہر معیشت ہرگز نہیں ہے، لیکن اس نے معیشت کا وہ ماڈل دیا ہے جو آج کل بہت چھپتا ہو گیا ہے۔ یہ ترکی کا ماڈل ہے، ملائیشیا کا ماڈل ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں گروتھ ہونی چاہیے۔ پاکستان میں بھی نواز شریف اسی ماڈل کو لے کر آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ یہ جو کارپوریٹ سیکٹر والا ماڈل ہے، اس میں ایک Disparity پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ غریب آدمی کا خیال کرتے ہیں جو نہرو کا ماڈل تھا تو اس ماڈل کے ذریعے آپ ترقی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا کارپوریٹ ماڈل کے ساتھ تو وہاں یہ Disparity پیدا ہونی ہے۔ یہ سارے مسائل ہیں۔ اب ہوگا یہ کہ انھیں پاکستان سے دوستی کرنی ہے یا پاکستان سے دشمنی کرنی ہے۔ وہاں اسٹیبلشمنٹ بڑی مضبوط ہے۔ مودی پاکستان سے دوستی کرنا چاہے گا تو اسٹیبلشمنٹ اُسے ایسا نہیں کرنے دے گی اور اگر دشمنی کرنا چاہے اور جنگ کی نوبت آتی ہے تو کارپوریٹ سیکٹر نہیں کرنے دے گا۔ اگر پاکستان سے جنگ ہوتی ہے تو وہاں کی اکنامک پراگریس ٹوٹ جاتی ہے، اس کا رستہ رک جاتا ہے۔ وہاں یہ جو تضادات ہیں 4،3 مہینے میں اس حوالے سے صورت حال واضح ہونی شروع ہو جائے گی۔

> مودی پاکستان سے دوستی کرنا چاہے گا تو اسٹیبلشمنٹ اُسے ایسا نہیں کرنے دے گی اور اگر دشمنی اور جنگ کرنا چاہے گا تو کارپوریٹ سیکٹر اُسے ایسا نہیں کرنے دے گا۔ سجاد میر

سوال: نریندر مودی اور اس کی جماعت کی واضح اکثریت حاصل کرنے پر کیا فی الواقع بھارتی مسلمان سہم گئے ہیں۔ دہلی کی شاہی مسجد کے امام صاحب نے کہا ہے کہ ہم پر اقلیت کے معنی آج جتنے واضح ہوئے ہیں پہلے کبھی نہ تھے۔ آپ کے خیال میں کیا نریندر مودی کا دور حکومت بھارت میں نئے پاکستان کو جنم دے گا؟

ایوب بیگ مرزا: مودی دراصل ہندوازم کی ایک تصویر ہے۔ ہندوازم ہے کیا؟ ہندو کے بارے میں ہمارے بڑے بھی بتاتے ہیں کہ ہندو کا طرزِ عمل ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اگر حریف کمزور ہے تو وہ شیر ہوتا ہے۔ اور یہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر ہے، لیکن اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ دشمن مجھ سے زیادہ مضبوط ہے یا کم از کم میرے مساوی بھی ہے تو ہندو بزدلی کا مظاہرہ کرے گا۔ مودی کا معاملہ بھی یہی ہے۔ اگر پاکستان ایک اچھی اکانومی کے ساتھ مضبوط ملک بن کر سامنے آتا ہے، اچھی عسکری طاقت کے ساتھ، ایک اچھی سیاسی قیادت کے ساتھ اپنا امیج بناتا ہے تو یہی مودی آپ کے پاس چل کر آئے گا۔ جس پستی کی طرف ہم اس وقت جا رہے ہیں یعنی ایک طرف ہم طالبان سے لڑ رہے ہیں دوسری طرف میڈیا اور حکومت لڑ رہی ہے۔ خود میڈیا کے درمیان آپس میں جنگ جاری ہے۔ کراچی اور بلوچستان میں ایمرجنسی ہے یعنی ہمارے لیے ہر طرف مسائل ہی مسائل ہیں۔ اگر صورت حال یہی رہتی ہے تو پاکستان کمزور سے کمزور تر ہوگا۔ ایک گھر میں جب لڑائی ہوتی ہے تو وہ کمزور ہی ہوتا ہے۔ جب کسی گھر میں لڑائی ہوتی ہے تو پڑوسی کو مداخلت کا موقع ملتا ہے۔ اگر یہ صورت حال رہی تو میں سمجھتا ہوں مودی ہمارے لیے بڑا خطرناک ثابت ہوگا۔ اگر پاکستان کی حالت میں بہتری آتی ہے، معیشت سنورتی ہے، سیاسی استحکام آتا ہے تو بات دوسری ہے۔ اصل میں اس وقت انڈیا میں بی جے پی کی جو حکومت آئی ہے وہ بی جے پی کی سابقہ حکومت سے مختلف ہے۔ پہلے جو بی جے پی کا طبقہ آیا تھا وہ نسبتاً نرم تھا یعنی وہ Doves تھے۔ اب بی جے پی کے جو لوگ آئے ہیں وہ Hawks ہیں۔ لہٰذا وہ یہ دیکھیں گے کہ پاکستان کی صورت حال کیا ہے؟ کیا ہم اس کو شکار کر سکتے ہیں؟ ایسی صورت میں وہ ہم پر جھپٹ پڑیں گے، عالمی سطح پر کسی ردّعمل کی پروا نہیں کریں گے۔ لیکن اگر انھیں محسوس ہوا کہ ادھر بھی جان ہے تو ان شاء اللہ واجپائی تو مینار پاکستان تک گیا تھا یہ اس سے بھی آگے جائیں گے۔ یہی ہندوستان کے مسلمانوں کا بھی معاملہ ہے۔ اگر وہ مولانا وحید الدین خان کی فلاسفی پر چلتے ہیں تو پھر مسلمانوں کا کوئی حال نہیں نظر آتا۔ سوائے یہ کہ وہ مذہب بدل لیں یا وہ بالکل جانوروں کی طرح زندگی گزاریں، لیکن اگر انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اگرچہ وقت کی حکومت کے ساتھ لڑائی نہیں کریں گے لیکن اپنے

مطالبات کے لیے ڈٹ جائیں گے تو یہ اُن کے حق میں سود مند ہوگا۔ ماضی میں شاہ بانو کیس نے ہندوستان کی اس وقت کی حکومت کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ شاہ بانو کیس میں سپریم کورٹ آف انڈیا نے مسلمانوں کے عائلی قوانین کی ایک شق تبدیل کی تھی۔ اس پر انڈیا میں وہ طوفان آیا تھا کہ راجیو گاندھی کو یہ کہنا پڑا تھا کہ میں نے اس واقعہ کے حوالے سے مسلمانوں کی شریعت کا مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو احترام اور جو حقوق خواتین کو اسلام دیتا ہے وہ کوئی اور مذہب نہیں دیتا۔ راجیو گاندھی کا لوک سبھا میں یہ بیان آن دی ریکارڈ موجود ہے۔ اس نے اعلان کیا کہ اب ہندوستان کی کوئی عدالت مسلمانوں کے عائلی قوانین کو نہیں چھیڑے گی۔ اِس وقت مودی کے منشور میں پینل کورٹ کا معاملہ شامل ہے کہ ہم اس کو تبدیل کریں گے۔ دراصل وہاں مسلمانوں کے قوانین الگ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں اگر اس نے کچھ کیا تو مسلمان نکلیں گے اور اس کا حل یہی ہے کہ وہ بحیثیت مجموعی پرامن رہیں، حکومت کے لیے امن وامان کا مسئلہ نہ ڈالیں لیکن اگر ان کے حقوق پر ڈاکا ڈالا جاتا ہے، اگر ان کے مذہب میں مداخلت ہوتی ہے تو اپنے حقوق کے لیے نکل آئیں۔ اگر 25 کروڑ مسلمان میدان میں نکلتا ہے تو سوا ارب ہندو ان کو سنبھال نہیں سکے گا۔

سوال: آپ وحید الدین خان صاحب کے کردار پر تنقید کر رہے ہیں۔ اگر وہاں کے مسلمان ان کی پیروی نہ کریں تو کون سی مذہبی تنظیم یا عالم دین ہوں گے جن کی وہ پیروی کریں گے؟

ایوب بیگ مرزا: مولانا وحید الدین تو شاہ بانو کیس میں بھی نہیں بولے تھے۔ اس وقت تحریک کو مولانا علی میاں نے لیڈ کیا تھا اور وہی اس وقت مسلم پرسنل بورڈ کے چیئرمین بنے تھے۔ اُس وقت مولانا وحید الدین بالکل بیک فُٹ پہ چلے گئے تھے۔ مولانا وحید الدین کی نفی کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنی حکومت کے گلے پڑ جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ پُرامن رہنے کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب پر ڈٹے رہیں کہ ہم اپنے مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کرنے دیں گے۔

سجاد میر: ابھی بینکاک اور جاپان کے بارے میں تجزیے چھپے ہیں کہ وہاں پر بھی ایسی تقاریر ہوئی ہیں جو یہاں مودی کی تھیں لیکن وہاں پر حکمران اگر چند دن ملک سے باہر بیٹھا ہوا ہے تو حکومت ختم ہوگئی۔ حکومتیں اس طرح کی کرشماتی شخصیت کے زور پر آ تو جاتی ہیں لیکن اگر وہ اتنے تضادات کو لے کر آگے بڑھتی ہیں تو ان کے لیے بڑی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ بی جے پی حکومت میں 25 کروڑ لوگوں کی نمائندگی نہیں ہوگی تو جمہوریت کیسے چلے گی۔ اس لیے اُمید ہے کہ مودی مسلمانوں کے خلاف نہیں جاسکے گا۔

سوال: بھارت میں انتہا پسند جماعت کی حکومت بننے سے پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش سمیت خطے کے دیگر ممالک کے مسلمانوں پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ مسلمان خود کوئی قوت بنتے ہیں یا نہیں۔ آیا ہندوستان کے مسلمان سہم کر بیٹھ جاتے ہیں یا اپنے حقوق کے لیے آواز اُٹھاتے ہیں۔ یعنی جب ان کے حقوق پر کوئی ڈاکا پڑے جیسے پینل کورٹ وغیرہ کی بات آ رہی ہے یا پھر یہ کہ 370 والی شق ختم کر رہے ہیں جس میں کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم ہو رہی ہے، ایسی صورت میں اگر مسلمان اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو منظر مختلف ہوگا۔ اسی طرح میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کو بھی مضبوط ہونا پڑے گا چاہے دوسری طرف انڈیا، اسرائیل اور امریکا کا اتحاد ثلاثہ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر پاکستان خود مضبوط ہو جائے گا تو کوئی پاکستان پر اثر انداز نہیں ہو سکے گا۔ اگر پاکستان کا داخلی انتشار ختم ہو جاتا ہے تو ان شاء اللہ کوئی پاکستان کو میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکے گا۔ لیکن اگر ہمارا حال یہی رہا جو اس وقت ہے تو ہم بڑے خطرے میں ہوں گے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان اپنے آپ کو کس طرح مضبوط کر سکتا ہے۔ اس معاملے میں ہماری ایک طے شدہ رائے ہے۔ گزشتہ 66 سالوں میں پاکستان پستی کی طرف ہی کیوں گیا ہے۔ یعنی تھوڑی ترقی کی اور زیادہ زوال آیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے حوالے سے سب سے بڑی غلطی جو حکمرانوں نے کی اور عوام نے بھی اس معاملے میں کوئی رول ادا نہیں کیا، وہ یہ ہے کہ ہم اپنے نظریے سے ہٹ گئے ہیں۔ 1949ء میں جب قرارداد مقاصد پاس ہوئی تھی تو گویا ہماری گاڑی کو ایک پٹڑی پر چڑھا دیا گیا تھا۔ یہ نظریہ ہماری سلامتی اور ہماری ترقی کے لیے بہت ضروری ہے۔ 1949ء کی قرارداد مقاصد کے مطابق اگر گاڑی اسی سمت چلتی تو پاکستان آج ایک بہت مضبوط ملک ہوتا۔ لیکن اس گاڑی کو ریورس کر دیا گیا۔ ہم نظریۂ پاکستان کا نعرہ زور سے لگاتے ہیں لیکن اس کی عملی تعبیر کی طرف نہیں بڑھتے، کوئی عملی پیش رفت نہیں کرتے۔ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف ہماری کوئی توجہ ہی نہیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری مذہبی سیاسی جماعتیں جو کسی زمانے میں اسلام کے نعرے پر انتخابات لڑتی تھیں اب انہوں نے بھی اسلام کا نام لینا چھوڑ دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی سلامتی و استحکام اسلامی نظام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر پاکستان میں اسلام بحیثیت نظام نہیں آتا تو پاکستان کے لیے اپنے مسائل حل کرنا اور بیرونی دشمنوں سے نبرد آزما ہونا بہت مشکل ہو جائے گا۔

(قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔)

☆☆☆☆☆

> **ایوب بیگ مرزا**
>
> ہندو کا طرزِ عمل ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اگر حریف کمزور ہے تو وہ شیر ہوتا ہے۔ اور یہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر ہے، لیکن اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ دشمن مجھ سے زیادہ مضبوط ہے یا کم از کم میرے مساوی بھی ہے تو ہندو بزدلی کا مظاہرہ کرے گا۔ مودی کا معاملہ بھی یہی ہے

اسلام سے صحیح فائدہ اُٹھانے کا راستہ

مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

''اسلام'' حق تعالیٰ کی وہ آخری نعمت ہے جس سے دنیا کو سرفراز کیا گیا ہے۔ اس نعمت اسلام سے صحیح اور کامل فائدہ اسی وقت نصیب ہوتا ہے جب صحیح اسلامی حکومت دنیا میں قائم ہو اور اسلام کے احکام و قوانین جاری کرنے کے لیے اسلامی حکومت کی سرپرستی حاصل ہو۔ عہد نبوت میں بھی جب مدینہ طیبہ اسلامی مرکز بن گیا اور دارالاسلام وجود میں آ گیا، تب جا کر دین اسلام کی برکات کا ظہور ہونا شروع ہوا۔ غرض اسلام اور حکومت اسلامی ہی وہ عظیم الشان سرچشمۂ برکات ہے جس کی بدولت اسلام پر صحیح عمل کی توفیق میسر آتی ہے۔ حکومت اسلامی کے قیام کے بعد مسلمانوں کی جان و مال و آبرو کی حفاظت ہو جاتی ہے اور قلب کو سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے اسلامی حدود و تعزیرات کے نافذ ہو جانے کے بعد پرسکون ماحول میسر آ جاتا ہے۔ اسلامی حکومت کا حقیقی بیت المال قائم ہو جاتا ہے، جس کی بدولت کوئی یتیم لاوارث، کوئی بیوہ، کوئی مسکین، کوئی فقیر، پریشان حال نہیں رہ سکتا۔ ان کی ہر قسم کی پریشانیوں اور تہی دستی و افلاس کا علاج ہو جاتا ہے۔ صحیح زکوٰۃ، صحیح عشر و خراج ادا کرنے کے بعد زمین کی پیداوار میں فوق العادۃ برکت ہونے لگتی ہے اور اس کے نتیجہ میں حقیقی اسلامی ہمدردی سے جمع شدہ اموال خرچ کرنے کی بناء پر مزید برکت نازل ہوتی ہے۔

اسلامی فتوحات کے بعد اسلامی مملکتوں کی تفصیلات تاریخوں میں پڑھ لیجئے، مصر و شام و عراق کی تاریخوں کی ورق گردانی سے یہ تمام حیرت افزا واقعات آپ کے سامنے آ جائیں گے۔ کسی بھی شوہر و بیوی کا قضیہ نامرضیہ باقی نہیں رہ سکتا۔ اسلامی عدالت سے صحیح چارہ جوئی ہوتی ہے۔ اگر زوجین کے یا ان کے حکمین (ثالثوں) کے ذریعہ تصفیہ نہیں ہو سکتا تو پھر اسلامی حکومت مسلمان قاضی کے ذریعہ عدل و انصاف پر مبنی تصفیہ کرا دیتی ہے اور نزاع ختم ہو جاتا ہے۔ یہ تو ایک مثال ہے۔ اسی طرح ہر مجرم کو قرار واقعی سزا مل جاتی ہے۔ اس عدالتی نظام کے زیر سایہ خدا تعالیٰ کی مخلوق اطمینان کا سانس لیتی ہے۔ کسی مظلوم کی دادرسی میں نہ دیر لگتی ہے، نہ غیر اسلامی عدالتی گورکھ دھندوں میں پریشان ہونا پڑتا ہے۔ معاشرے کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ نہ کوئی شراب پیتا ہے، نہ شراب پینے کے بُرے نتائج پیش آتے ہیں۔ نہ زنا ہوتا ہے اور نہ اس کے نتیجہ میں قتل و غارت ہوتی ہے۔ نہ کوئی نائٹ کلب یعنی بدمعاشی کا اڈا باقی رہتا ہے۔ چوری کی شرعی سزا ہاتھ کاٹنے کے دو چار واقعات ہی امن و امان کی فضا پیدا کر دیتے ہیں۔ نہ حفاظت کے لیے پہرہ داروں کی ضرورت باقی رہتی ہے، نہ جان و مال کی حفاظت کے لیے پولیس کی حاجت باقی رہتی ہے۔ حکومت کے خزانے پر جو حکومتی افسران و ملازمین کی بے تحاشا تنخواہوں اور غیر سرکاری مصارف کا ناقابل برداشت بوجھ پڑتا ہے، سب ختم ہو جاتا ہے۔

سود کا کاروبار ختم ہونے کی وجہ سے قومی معیشت سے سرمایہ داری کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ بیمہ، قمار اور تمام سودی معاملات کے بند ہونے سے غیر معمولی اور غیر فطری طبقاتی تفاوت ختم ہو جاتا ہے۔ اگر دس پندرہ سال میں کسی مرحلہ پر دولت کی فراوانی پیدا ہو جاتی ہے تو بہت جلد شرعی وراثت کے قانون کے ذریعہ تقسیم دولت ہو کر خاندان کے افراد میں دولت منقسم ہو جاتی ہے اور معاشرے کے تمام افراد میں ایک گونہ مساوات قائم ہو جاتی ہے۔ سوشلزم اور اشتراکیت کے لیے راستہ بند ہو جاتا ہے اور جب اسلامی احکام کی پابندی کی برکت سے بندگان خدا کے قلوب کا تزکیہ اور اصلاح ہو جاتی ہے تو انفاق فی سبیل اللہ کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔ دلوں میں رقت و ہمدردی اور ترحم و رأفت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ کوئی صاحب ثروت کسی کو غریب و محتاج نہیں دیکھ سکتا۔ الغرض اس طرح غریبوں کے ساتھ ہمدردی و اعانت کے جذبات امیر و غریب کے درمیان محبت و مودت کا ایک محکم رابطہ پیدا کر دیتے ہیں۔

اسلامی حکومت کا سربراہ و حکمران:

یہ تو اس صالح نظام کی وہ برکات ہیں جن سے تمام باشندگان مملکت بہرہ یاب ہوتے ہیں لیکن اسی صالح نظام کو دل و جان سے تسلیم کرنے کے بعد جو شخصیت اس خداوندی نظام کو ملک میں نافذ کراتی ہے، وہی اسلامی حکمران ہے اور وہی ایسی اسلامی مملکت کا سربراہ ہوتا ہے۔ اسلامی اصول پر انتخاب کے بعد تاحیات وہ سربراہ رہتا ہے، پانچ دس سال کا عرصہ نہیں، بلکہ جب تک وہ زندہ رہتا ہے۔ صریح کفر کا صدور اس سے جب تک نہ ہو، وہ معزول نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص صحیح معنی میں ''ظل اللہ'' (اللہ تعالیٰ کا سایہ رحمت) ہوتا ہے۔ اس کا منصب اسلام میں اتنا جلیل و عظیم ہوتا ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد اس کی اطاعت کا حکم ہوتا ہے۔ اس کی مخالفت و نافرمانی اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ گویا جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق ﷺ کے احکام کو نہ صرف تسلیم کرتا، بلکہ اس کی تعمیل بھی کرتا ہے اور ملک میں اس کی تنفیذ بھی کرتا ہے، اس کو اتنا عظیم المرتبت بنایا گیا ہے کہ تمام اُمت و رعیت پر اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اس کو بڑے بڑے اختیارات دیئے جاتے ہیں۔ درحقیقت اسلامی قانون اور اسلامی آئین کا تصور بلا اسلامی حکمران کے ناتمام رہتا ہے۔ اس لیے کہ اگر کسی وقت معاشرے کے افراد میں جذبہ صحیح ہمدردی باقی نہیں رہتا اور معاشی نظام میں توازن قائم نہیں رہتا تو اسلامی حکمران ہی کی شخصیت ایسی ہوتی ہے کہ اس کو حق حاصل ہے کہ مداخلت کر کے توازن قائم کرے۔ اسلامی حکمران کے عادلانہ نظام کی یہ برکات ہوتی ہیں۔

اسلامی ممالک کی امتیازی خصوصیت:

بہرحال اسلامی مملکت کی سب سے ممتاز خصوصیت ملک میں محاکم عدلیہ شرعیہ کا قیام اور اسلامی قانون کا اجراء ہے کہ کوئی مملکت بھی مسلمانوں کی اسلامی

نہیں بن سکتی جب تک کہ اس کے دستور و قانون کا تانا بانا اسلامی احکام شرعیہ سے نہ بُنا جائے۔ میں صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلامی قوانین کا نفاذ اور اسلامی مملکت کے قیام کا خیال ہی حقیقی اسلامی سربراہ کے بغیر بے معنی ہے۔ گویا شرعی نظام کا سنگ بنیاد ہی سچے مسلمان اور عادل حکمران کی ذات ہے۔ کوئی بھی اصلاحی قدم بغیر اس کے نہیں اُٹھایا جا سکتا، نہ ہی کسی اور قسم کے حکمران کو رعایا کے جان و مال پر وہ اختیارات حاصل ہیں جو ایک صحیح معنی میں اسلامی حاکم کو حاصل ہیں۔

> **جب غیر اسلامی نظام کے تمام تجربے ناکام ہو چکے اور دن بدن قوم قعر مذلت میں گرتی جا رہی ہے۔ دین بھی تباہ، دنیا بھی تباہ، اخلاق بھی برباد، ملک کا امن و امان بھی برباد، تو آخر ایک مرتبہ اسلامی قوانین جاری کر کے اسلامی نظام کو کیوں نہیں آزمایا جاتا؟**

پاکستان کی سرزمین جب اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اور خود مختار مملکت وجود میں آ گئی ہے تو آخر کس بات کا انتظار ہے؟ کیوں اسلامی قانون جاری نہیں کیا جاتا؟ اور آخر اس اسلامی دستور کا کیا نتیجہ ہوگا جس کے اول دن عہد کیا گیا تھا، خصوصاً اس ملک میں جب غیر اسلامی نظام کے تمام تجربے ناکام ہو چکے اور تمام دنیوی نظام جاری کرنے کے بعد بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا، بلکہ دن بدن قوم قعر مذلت میں گرتی جا رہی ہے۔ دین بھی تباہ، دنیا بھی تباہ، اخلاق بھی برباد، ملک کا امن و امان بھی برباد، تو آخر ایک مرتبہ اسلامی قوانین جاری کر کے اسلامی نظام کو کیوں نہیں آزمایا جاتا؟

اگر یہ اسلامی نظام نافذ کیا جائے تو روز بروز مارشل لاء نافذ کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔ قوم کی آسودہ حالی اور خوشحالی، نیز سکون قلب اور معاشرے کی پائیدار اصلاح بغیر اس کے ناممکن ہے۔ ہزار تدبیریں کی جائیں، اگر دلوں کی اصلاح نہیں ہوتی تو سب بے کار اور بے معنی ہے، اور دلوں کی اصلاح کتاب و سنت کی ہدایات اور اسلامی عدلیہ کے بغیر ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ان واشگاف حقائق کو سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہو۔

...... ❁ ......

توجہ طلب

تربیت اولاد میں حکمت سے کام لیجیے!

عبداللہ

کیا ہم اپنے بچوں کو دوہرا معیار اپنانے پر مجبور نہیں کر رہے؟ جی ہاں! ایسا ہی ہے۔ یہ تحریر ان والدین اور بڑوں کے نام ہے جو اپنی جوانی خوب ''اچھے'' طریقے سے ''انجوائے'' کر چکے ہیں اور اب جب والدین بنے ہیں یا ان کی موجودہ شخصیت میں کوئی ایسا دینی انقلاب آیا ہے، جس نے انہیں ذات پاک کی توفیق سے یہ سمجھایا ہے کہ آخرت کے لئے کچھ ذخیرہ کرنا چاہیے۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ اُن کی آنکھیں اب کھل رہی ہیں اور وہ حقیقت کو پانے لگے ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ ہدایت کے خزانوں میں سے انہیں جو کچھ عطا ہوا ہے، اُس میں وقت لگا ہے۔ دین کو اپنانے میں اور تجربات حاصل کرنے میں انہیں بہت سے ماہ و سال لگے ہیں اور اب بھی دین کے کچھ احکامات ایسے ہیں، جو بہر حال ہیں تو ان کی بہتری کے لئے، لیکن ان کے نفس کے لئے بہت بھاری ہیں، لہٰذا وہ کیوں چاہتے ہیں کہ وہ سب کے سب احکامات ان کے بچے یا ان کے تابع فرمان لوگ یوں فٹافٹ بجالائیں جس طرح کوئی بے حس مشین بٹن دبانے سے کام شروع کر دیتی ہے۔

ہم، والدین یا دینی سوچ رکھنے والے لوگوں کو بے شک دین کا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہے، مگر اُن پر تھوپنا نہیں، عمل کی راہ دکھلانی ہے، اس پر چلانا نہیں، ہدایت کی بات بتانی ہے، اُن پر زبردستی ٹھونسی نہیں۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بجالاتے ہوئے ہمیں کچھ توازن اور حکمت کی ضرورت ہے۔ بلاوجہ کی روک ٹوک، بات بات پر ڈانٹ پھٹکار، افسرانہ رویہ، بے دین لوگوں کی طرف تمسخرانہ اور تحقیر آمیز رویہ لوگوں کو دین کی طرف مائل نہیں کرتا بلکہ دلوں میں دین اور دین دار لوگوں سے دوری پیدا کرتا ہے، ایک سرد جنگ کے لئے طبل بجاتا ہے، نفرت کو ابھارتا ہے، بغاوت پر آمادہ کرتا ہے۔

اس سے بچے نہ صرف دین سے دور ہو جاتے ہیں بلکہ ہماری ہر وقت کی روک ٹوک اور نصیحت انہیں دوہری شخصیت اپنانے پر مجبور کر دیتی ہے۔ وہ ہمارے سامنے یا ہم سے بات کرتے ہوئے کچھ اور ہوتے ہیں اور باہر اپنے دوستوں یا اپنے جیسوں کے ساتھ بالکل الٹ۔ ہمارے سامنے جیسا ہم چاہتے ہیں اور باہر جیسا وہ چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ہم سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ وہ ہر وقت کی بدمزگی سے بھی بچنا چاہتے ہیں اور ہمیں بھی خوش رکھنا چاہتے ہیں۔ ذرا رکئے اور سوچئے، کہیں انجانے میں ہم منافقانہ شخصیت تو نہیں پروان چڑھا رہے اور کار خیر کی بجائے کار بد کا ذریعہ تو نہیں بن رہے ہوں۔

تربیت اولاد کے حوالے سے چند باتوں کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً

1۔ بچوں کو وقت کی صورت میں توجہ دیں اور عمل سے دین کا پیغام پہنچائیں۔
2۔ اپنے مسائل اور وسائل کی دوڑ میں سے وقت نکال کر دیکھیں کہ آپ کے بچوں کو آج کل کن مسائل کا سامنا ہے، چاہے وہ منہ پر کیل مہاسے نکلنے اور کسی دعوت پر جانے کے لئے میچنگ جیولری ہی کا مسئلہ کیوں نہ ہو، اسے اہمیت دیں۔
3۔ ہر وقت سمجھانے کی بجائے کبھی بھی ہلکے پھلکے انداز میں کوئی بات سمجھا دیں۔
4۔ لیکچر دینے کی بجائے انہیں خود سوچنے پر مجبور کریں۔
5۔ ہمیشہ اُن کی خامیوں پر نظر نہ رکھیں بلکہ خوبیوں کو بھی سراہیں۔
6۔ دلچسپ انداز میں اور تدریجاً دین کا پیغام پہنچائیں جس کا اثر اصل میں امرت اور آب حیات کا ہے۔

> **تنظیم اسلامی کا پیغام**
> **نظام خلافت کا قیام**

کیا اب بھی وقت نہیں آیا.......؟

محبوب الحق عاجز
meboobtnoli@gmail.com

مشہور محدث اور امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد رشید شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن نصر مروزی بغدادی (202...294ھ) نے اپنی کتاب ''قیام اللیل'' میں ایک عبرت انگیز قصہ نقل کیا ہے جس سے ایک آیت کے فہم میں مدد ملتی ہے اور سلف کے فہم قرآن اور تدبر قرآن پر روشنی پڑتی ہے۔ جلیل القدر تابعی اور عرب سردار احنف بن قیس ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے سورۃ الانبیاء کی یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) ''ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں سمجھتے ہو''۔ (آیت:10) وہ چونک پڑے اور کہا کہ ذرا قرآن مجید تو لانا، میں اس میں اپنا تذکرہ تلاش کروں اور دیکھوں کہ میں کن لوگوں کے ساتھ ہوں اور کن سے مجھے مشابہت ہے؟

انہوں نے قرآن مجید کھولا۔ کچھ لوگوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا، جن کی تعریف یہ کی گئی تھی: (ترجمہ) ''یہ لوگ رات کے تھوڑے حصے میں سوتے تھے اور اوقات سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا ہے''۔ (الذاریات 17 تا19) مزید ورق گردانی کی تو کچھ اور لوگ نظر آئے، جن کا حال یہ تھا: (ترجمہ) ''ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (السجدہ:16) اس کے بعد کچھ اور لوگ نظر آئے جن کا حال یہ تھا: (ترجمہ) ''اور (یہ وہ لوگ ہیں) جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں''۔ (الفرقان:64) اور کچھ لوگ نظر آئے، جن کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے: (ترجمہ) ''جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے''۔ (آل عمران:134) اور کچھ لوگ ملے جن کی حالت یہ تھی: (ترجمہ) ''(اور) وہ دوسروں کو اپنے آپ پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود شدید ضرورت ہی کیوں نہ ہو، اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہوتے ہیں''۔ (الحشر:9) کچھ اور لوگوں کی زیارت ہوئی جن کے اخلاق یہ تھے، (ترجمہ) ''اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں''۔ (الشوریٰ:37) اس کے بعد جن لوگوں کا تذکرہ ہوا وہ یہ تھے: (ترجمہ) ''اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (الشوریٰ:38) وہ یہاں پہنچ کر ٹھٹک کر رہ گئے اور کہا، اے اللہ! میں اپنے حال سے واقف ہوں۔ میں ان لوگوں میں نظر نہیں آتا!

پھر انہوں نے ایک دوسرا راستہ لیا۔ اب ان کو کچھ لوگ نظر آئے، (ترجمہ) ''ان کا یہ حال تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بھلا ہم ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں؟'' (الصّٰفّٰت:35، 36) پھر ان لوگوں کا سامنا ہوا جن کی حالت یہ تھی: (ترجمہ) ''اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منقبض ہو جاتے ہیں اور جب اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں''۔ (الزمر:45) کچھ اور لوگوں کے پاس سے گزر ہوا، جن سے جب پوچھا گیا: (ترجمہ) ''تم دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ فقیروں کو کھانا کھلاتے تھے اور اہل باطل کے ساتھ مل کر (حق سے) انکار کرتے تھے اور روز جزا کو جھٹلاتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی''۔ (المدثر:42 تا47)

یہاں پہنچ کر بھی ابو عبداللہ محمد بن نصر مروزی تھوڑی دیر کے لئے دم بخود کھڑے رہے۔ پھر کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا، اے اللہ! ایسے لوگوں سے تیری پناہ! میں ان لوگوں سے بری ہوں۔ اب وہ قرآن مجید کے صفحات کو الٹ رہے تھے اور اپنا تذکرہ تلاش کر رہے تھے، یہاں تک کہ اس آیت پر جا کر ٹھہر گئے: (ترجمہ) ''اور کچھ لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار کرتے ہیں۔ انہوں نے اچھے اور برے اعمال کو ملا جلا دیا تھا۔ قریب ہے کہ اللہ ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے، بے شک اللہ بخشنے والا بڑا مہربان ہے''۔ (التوبۃ:102) اس موقع پر ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا، ہاں ہاں! بے شک یہ میرا حال ہے۔

اس واقعے میں ہمارے لئے بہت سے سبق پوشیدہ ہیں۔؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ہم بھی اپنا محاسبہ کرتے ہیں کہ ہمارا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے؟ کیا ہم بھی قرآن پڑھتے ہوئے اپنے احوال کا جائزہ لیتے ہیں کہ بحیثیت مسلمانان پاکستان ہماری مشابہت کن لوگوں سے ہے اور آئینہ قرآنی میں ہماری شبیہہ کیسی ہے۔ قرآن حکیم کے چند مقامات ایسے ہیں کہ جن سے ہمارے احوال کی گہری مشابہت دکھائی دیتی ہے۔ ایک مقام سورۃ التوبہ کی آیت 26 ہے۔ یہ آیت اگرچہ مہاجرین مکہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، تاہم تحریک پاکستان کے زمانے میں مسلمانان ہند کے احوال کی اس آیت کے مضمون سے گہری مشابہت ہے۔ فرمایا: (ترجمہ) ''اور اس وقت کو یاد کرو جب تم زمین میں (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اڑا (نہ) لے جائیں تو اس نے تم کو ٹھکانہ دیا، اور اپنی مدد سے تم کو تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں، تاکہ تم (اس کا) شکر کرو''۔ متحدہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے۔ وہ اپنے ہی وطن میں بے بسی اور کمزوری کا شکار تھے۔ ہندوؤں کی اکثریت تھی اور انہوں نے انگریزوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر رکھا تھا۔ مسلمانوں پر تعلیم، ملازمتوں اور ترقی کے دروازے بند تھے۔ سب سے بڑھ کر انہیں اپنے قومی وجود اور تشخص کے مٹنے کا اندیشہ

تھا۔ برصغیر سے اُن کا نام و نشان مٹانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ مسلمانوں کو دوبارہ ہندو بنانے کے لیے شدھی اور سنگھٹن جیسی انتہا پسندانہ جنونی تحریکیں چل رہی تھیں۔ ان پُرخطر حالات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات دلائی اور پاکستان کی صورت میں ایک پناہ گاہ عطا فرمائی۔ اپنی خصوصی نصرت سے اس ملک کی حفاظت فرمائی، جس کے جلد خاتمے کی ہندو پیشین گوئی کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر طرح کے وسائل اور ذرائع سے مالا مال کیا۔ ایٹمی قوت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ انعامات کیے تھے، تاکہ ہم اُس کا شکر ادا کرتے۔ اپنی انفرادی زندگیوں میں بھی اسلام کی پیروی کرتے اور حیاتِ اجتماعی میں بھی اُس نظام عدل اور قانون شریعت کو نافذ کرتے، جس کے لیے یہ ملک حاصل کیا تھا۔ مگر افسوس کہ ہم کفرانِ نعمت کی راہ پر چلے اور سڑسٹھ سال گزرنے کے باوجود یہ دستور نافذ نہ کر سکے۔

آج ہمیں جس مہیب بدامنی اور خوفناک قتل و غارت گری کا سامنا ہے وہ بھی سورۃ الانعام کی آیت 65 کے مطابق ہے، جس میں فرمایا گیا: (ترجمہ) ''کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزا چکھا دے۔ دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں۔'' زلزلوں اور سیلابوں کی تباہ کاریوں کا سامنا ہم گزشتہ برسوں میں کر چکے ہیں۔ ان ناگہانی آفتوں کے علاوہ ہم ایک عرصے سے باہمی جدل وجدال اور قتل و غارت گری کا سامنا کر رہے ہیں۔ یہاں اسی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے معاملات اور حالات خلط ملط اور مشتبہ کر دیے، جس کی وجہ سے ہم عصبیتوں کا شکار ہو گئے، گروہوں اور جماعتوں میں بٹ گئے اور ہر گروہ دوسرے گروہ کو لڑائی کا مزہ چکھا رہا ہے۔ قبائلی علاقوں میں طالبان اور ہماری عسکری قوت برسرِ پیکار ہیں۔ سندھ بالخصوص کراچی میں ایم کیو ایم، پیپلز پارٹی اور اے این پی کے دہشت گرد بے گناہ لوگوں کی بھی ٹارگٹ کلنگ کر رہے اور ایک دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں اور وہ ریاستی اداروں سے بھی برسرِ جنگ ہیں۔ بلوچستان میں امریکا، انڈیا اور ایران کی ایما پر بلوچ علیحدگی پسند تنظیمیں وفاق پاکستان کے خلاف اور بلوچستان کی علیحدگی کے لیے قتل و غارت کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔ یہ قتل و غارت نظام شریعت سے روگردانی کی سزا ہے۔ شعب الایمان میں ہے: ''جب کسی قوم کے حکمران اللہ کی کتاب اور نبیؐ کی سنت کو معطل کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان خانہ جنگی برپا کر دیتا ہے۔'' غربت و افلاس بھی اسی کا نتیجہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''جو قوم اللہ کے نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کرے اللہ تعالیٰ ان کے درمیان غربت و افلاس عام کر دیتا ہے۔''

اے اہل پاکستان! ہم پے در پے عذابوں کی زد میں ہیں۔ ملک میں غربت، افلاس قیامتیں ڈھا رہی ہیں۔ خوف اور بدامنی نے سکون اجاڑ دیا ہے۔ استحصالی نظام غریب اور مفلوک الحال عوام کا معاشی قتل عام کر رہا ہے۔ اغیار کی فکری غلامی ہماری شناخت اور قومی تشخص کو چھلنی کر رہی ہے۔ ہمارے داخلی معاملات میں بیرونی مداخلت بالخصوص ہماری مالیات، نظام تعلیم اور الیکٹرانک میڈیا پر قبضہ نے ہماری آزادی ہم سے عملاً چھین لی ہے۔ صہیونی مافیا اور انتہا پسند نیو کنزرویٹو کے شکنجے میں جکڑا ہوا شیطان بزرگ ارض پاک کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور ہمارے ایٹمی دانت توڑنے کے لیے خوفناک سازشوں کے جال پھیلا چکا ہے، جسے میر جعفروں کی بھرپور تائید حاصل ہے۔ عالمی راہزن کے تھنک ٹینک 2020ء تک ملک کے خاتمے کی پیشین گوئیاں کر رہے ہیں۔ قرآن نے کہا ہے: ''کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک یا دو بار کسی نہ کسی فتنے میں مبتلا کیے جاتے ہیں، پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔'' ہر نیا دن ہمارے لیے نئی مصیبت اور خوفناک چیلنج لے کر نمودار ہو رہا ہے۔ کیا اب بھی وقت نہیں کہ ہمارے دل اللہ کی یاد کی طرف جھک جائیں۔ ہمارے عوام، خواص، رہنما، تجزیہ نگار و پالیسی ساز اور سب سے بڑھ کر حکمران اس سے کوئی عبرت پکڑیں، اللہ سے لو لگائیں، اُس کی کتاب اور اُس کے پیغمبر ﷺ کی سنت کو تھام کر اُس سے نصرت کے طلب گار ہوں۔ عوام کو کتاب اللہ اور قانون شریعت کے مطابق رہنمائی فراہم کریں۔ اپنی عقل پر، طاغوت کی عنایت پر، اپنے آنکڑوں اور میزانیوں پر، سیکولر اقدار کی پذیرائی پر، غیر اللہ کی دہائی پر اور بے فغان فریاد پر تکیہ کرنے کی بجائے اس دستور انسانیت کو اپنا امام بنائیں جس کے متعلق فرمایا گیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اسی قرآن کے ذریعے قوموں کو اٹھائے گا، اور اسی کو چھوڑنے کی وجہ سے گرادے گا۔ حالات کے سدھار کی صورت یہی ہے کہ ہم کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں، اپنے گناہوں کا اقرار کریں اور باہمی نزاع و اختلاف، لڑائی جھگڑے، لوٹ مار، کشت و خون، فساد و غارت گری کا جو بازار ہماری سیاہ بختیوں اور بیرونی سازشوں کے سبب گرم ہو گیا ہے، اسے ندامت کے آنسوؤں اور عملی رویوں سے ٹھنڈا کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ نے اسلام کی وجہ سے عزت و سربلندی عطا فرمائی''۔ کیا ہم عزت کے طلبگار نہیں ہیں؟

☆☆☆☆☆

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''ہم وہ قوم ہیں جسے اللہ نے اسلام کی وجہ سے عزت و سربلندی عطا فرمائی'' تو کیا ہم عزت کے طلبگار نہیں ہیں؟

معمار پاکستان نے کہا

6 جون 1938ء: ''مسلم لیگ کا جھنڈا نبی اکرم ﷺ کا جھنڈا ہے۔''

22 نومبر 1938ء: ''اسلام کا قانون دُنیا کا بہترین قانون ہے۔''

8 اپریل 1938ء، اسٹار آف انڈیا: ''ملتِ اسلامیہ عالمی ہے۔''

7 اگست 1938ء: ''میں اوّل و آخر مسلمان ہوں۔''

9 نومبر 1939ء: ''مغربی جمہوریت کے نقائص۔''

14 نومبر 1939ء: ''انسان خلیفۃ اللہ ہے۔''

ٹائمز آف لندن، 9 مارچ 1940ء: ''ہندو اور مسلمان دو جداگانہ قومیں ہیں۔''

26 مارچ 1940ء: ''میرا پیغام قرآن ہے۔''

(مختلف مقامات پر قائداعظم محمد علی جناحؒ کی تقاریر کی چند شہ سرخیاں)

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے تنظیمی دورے

تنظیم اسلامی واپڈا ٹاؤن

امیر تنظیم اسلامی محترم عاکف سعید حفظہ اللہ 13 مئی 2014ء بروز منگل رفقائے تنظیم اسلامی واپڈا ٹاؤن سے ملاقات کے لئے نیسپاک کالونی تشریف لے گئے۔ ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ ملاقات کا اہتمام بعد نماز مغرب امیر مقامی تنظیم فاروق احمد کی رہائش گاہ پر کیا گیا تھا۔ پروگرام کا آغاز امیر حلقہ لاہور غربی محمد جہانگیر کے خیر مقدمی کلمات سے ہوا۔ انہوں نے امیر محترم کی رفقاء سے ملاقاتوں کے شیڈول کی وضاحت کی۔ امیر مقامی تنظیم فاروق احمد نے مقامی تنظیم کے نقباء و ذمہ داران کا تعارف کروایا۔ بعد ازاں امیر محترم نے تمام رفقاء سے تفصیلاً تعارف حاصل کیا، اور سوال و جواب کی نشست ہوئی، جو بہت دلچسپ رہی۔ رفقاء نے تنظیمی، سیاسی، دعوتی نوعیت کے سوالات کیے۔ نماز عشاء کی ادائی اور اجتماعی کھانے کے بعد یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔ اس پروگرام میں 13 ملتزم اور 27 مبتدی رفقاء نے شرکت کی۔

حجرہ شاہ مقیم

17 مئی 2014ء کو امیر تنظیم اسلامی حجرہ شاہ مقیم کے رفیق سید فیصل رضا گیلانی کی دعوت پر حجرہ شاہ مقیم تشریف لے گئے، جہاں بعد نماز مغرب گیلانی میرج ہال میں قرآن کونسل کے زیر اہتمام منعقدہ پروگرام میں خطاب فرمایا۔ ان کے خطاب کا موضوع ''حضور اکرم ﷺ کی رحمت للعالمینی کے دو مظاہر'' تھا۔ پروگرام میں حجرہ شاہ مقیم کے رفقاء کے علاوہ عارفوالا کے چند رفقاء بھی موجود تھے۔ حاضرین کی تعداد چھ سو کے قریب تھی۔ پروگرام کے اختتام پر پنڈال میں ہی نماز عشاء ادا کی گئی۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی کی مطبوعات کا سٹال بھی لگایا تھا۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کو پارسل کھانا دیا گیا۔ پروگرام کے بعد امیر محترم میزبان سید فیصل گیلانی کے گھر تشریف لے گئے اور کھانا کھانے کے بعد تقریباً رات گیارہ بجے لاہور کے لئے عازم سفر ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

تنظیم اسلامی شاہدرہ فیروز والا

20 مئی 2014 کو امیر تنظیم اسلامی تنظیمی دورہ پر حلقہ لاہور شرقی کی مقامی تنظیم شاہدرہ فیروز والا تشریف لے گئے۔ جہاں بعد نماز مغرب انہوں نے جامع مسجد حیدری، رچنا ٹاؤن میں رفقاء سے ملاقات کی۔ ناظم اعلیٰ پاکستان اظہر بختیار خلجی اور امیر حلقہ لاہور شرقی قرۃ العین خان بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ بعد ازاں ناظم اعلیٰ پاکستان نے امیر محترم کی پاکستان میں حلقہ جاتی سطح پر رفقاء سے ملاقاتوں کا شیڈول بتاتے ہوئے اُس کی غرض و غایت بیان کی۔ اس کے بعد امیر مقامی تنظیم شاہدرہ/فیروز والا ڈاکٹر سید اقبال حسین نے مقامی تنظیم کا تعارف کروایا۔ امیر محترم نے مقامی تنظیم میں شامل ہونے والے نئے رفقاء کا تعارف حاصل کیا۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ نماز عشاء کے بعد امیر محترم نے اپنے اختتامی خطاب میں دین کے لیے اکٹھے ہونے کی فضیلت بیان کی اور رفقاء کو نصیحت کی کہ دینی کام کو دنیوی کام پر ترجیح دیں، اجتماعات میں شرکت کو یقینی بنائیں، دعوت کو عام کریں، تنظیم کی دعوت پھیلائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہر رفیق داعی الی اللہ بنے اور دعوتی عمل میں اپنے نقیب اور امیر سے راہنمائی حاصل کرے۔ سب سے بڑھ کر اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط بنایا جائے۔ میدان کار میں کامیابی اس تعلق کی بنیاد پر ہوگی۔ اجتماعی دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ بعد ازاں مقامی تنظیم کی طرف سے شرکاء کو کھانا کھلایا گیا۔ اللہ کریم ہمیں اپنی فرماں برداری کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اے پریشان حال! سچی توبہ کر

علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزیؒ

بچو! گناہوں سے بچو! کیونکہ اس کے نتائج بُرے ہیں۔

کتنے گناہ ایسے ہیں جن کے کرنے والے مسلسل پستی میں گرتے رہے۔ اسی طرح کہ ان کے قدم پھسلتے رہے، ان کا فقر بڑھتا رہا، جو کچھ دُنیا فوت ہوئی اس پر حسرت بڑھتی رہی، جنھوں نے دُنیا پالی تھی ان پر رشک ہوتا رہا اور اگر اپنے کیے گناہ کا بدلہ ملنے لگا یعنی اغراض سے محرومی ہونے لگی تو تقدیر پر اس کا اعتراض نئے نئے عذاب لاتا رہا۔

''کس قدر افسوس ہے اس مبتلا سزا پر! جسے سزا کا احساس نہ ہو اور ہائے وہ سزا! جو اتنی تاخیر سے ملے کہ اس کا سبب بھلا دیا جائے۔''

کیا حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نہیں فرماتے تھے کہ میں نے ایک آدمی کو اس کے فقر پر عار دلایا تو چالیس سال کے بعد خود میں فقر میں مبتلا ہوگیا؟......

پس اس گرفتار سزا پر سخت افسوس ہے جسے یہ خبر نہیں ہے کہ سب سے بڑی سزا، سزا کا احساس نہ ہوتا ہے۔

سچی توبہ کرو! ممکن ہے سزا کا ہاتھ رُک جائے اور گناہوں سے خصوصاً خلوت کے گناہوں سے بچو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گناہ کرنا بندے کو اس کی نگاہ سے گرا دیتا ہے۔ اپنے اور اس کے راز کے تعلقات کو سنوارے رکھو جبکہ اس نے تمہارے ظاہری احوال کو سنوارا ہے۔

اے گنہگار! اس کی ستاری سے دھوکا میں نہ پڑ، کیونکہ کبھی وہ تیری ستر تک کھول کر رکھ دیتا ہے اور اس کے حلم و بردباری سے دھوکا مت کھا، کیونکہ کبھی سزا اچانک آ پڑتی ہے۔

گناہوں پر قلق اور خدا سے التجا کا اہتمام کر، کیونکہ تیرے حق میں یہی نافع ہو سکتا ہے۔ حزن و غم کی غذا کھا اور آنسوؤں کا پیالہ پی۔

''غم کی کدال سے خواہشات کے دل کا کنواں کھود، تاکہ اس سے ایسا پانی نکلے جو تیرے جرم کی نجاست کو دھودے۔''

idea that pleasure lies in the novelty and uniqueness of experiences, which is why Culture is ready to take in all that excites the passions of society. This convoluted culture has become more and more alien if set against the Islamic Tradition. This cultural experience demands unison with the Modern Tradition especially by the civil society-media and solid State structures such as the Military and its Bureaucracy. Some of them, too scared to disband Islamic Tradition seek to re-craft the Tradition to suit the cultural permeability and domination of the Modern Tradition.

In a globalizing world technology, media and the modern education asserts a Eurocentric worldview and culture that is encroaching on the culture produced from an Islamic Tradition (How Eid is becoming boring and Birthdays are more fun for an individual). Bereft of the cultural space, the scholars have no option to but to make distinctions between Islam and Muslims as two distinct entities for the preservation of the former.

What is required to dislodge the foreign culture is denying it the space to exist in the public sphere and a re-connection with the Islamic Tradition. This has been exhibited effectively in some of the Islamic missionary movements of the sub-continent. This has and will effectively transform the liberal upper-middle class as well as the myth-bounded lower class towards a respect for Sunnah and a consciousness for the Hereafter. While some movements have focused on using political means; revolution, elections or armed tactics to assert the space of Islamic Tradition. The coalescing of all such efforts is required to effectively dislodge every thought and practice that is against the Will of Allah represented in the Islamic Tradition. Until such unison can be achieved the focus should be is to re-engage the society with the Islamic Tradition and generate a culture and discourse that is well-armed at the common level to dislodge alien thought, institutions and practices within the Muslim society.

تنظیمی اطلاعات

مقامی تنظیم ”لطیف آباد“ میں راشد حسین کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ حیدر آباد کی جانب سے مقامی تنظیم لطیف آباد میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 مئی 2014ء میں مشورہ کے بعد راشد حسین کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ”حیدر آباد سٹی“ میں اسلم دھنانی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ حیدر آباد کی جانب سے مقامی تنظیم حیدر آباد سٹی میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 مئی 2014ء میں مشورہ کے بعد اسلم دھنانی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ”بنوری ٹاؤن“ میں فیصل منظور کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ حیدر آباد کی جانب سے مقامی تنظیم بنوری ٹاؤن میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 15 مئی 2014ء میں مشورہ کے بعد فیصل منظور کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

ضرورت رشتہ

☆ رفیقہ تنظیم، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے، ترجمہ وتفسیر قرآن کورس کر رکھا ہے، کے لیے گوجرانوالہ سے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رفیق تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0301-6612233

☆ گوجرانوالہ میں مقیم شیخ خواجہ فیملی کو اپنی بیٹی، ڈاکٹر ایف سی پی ایس (پارٹ ون)، عمر 27 سال، دینی مزاج کی حامل کے لیے گوجرانوالہ سے دیندار لڑکے (ترجیحاً ڈاکٹر) کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0333-8108220

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم فورٹ عباس کے نقیب محمد فاروق کا بیٹا بیمار ہے اور بہاولپور ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین ندائے خلافت سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

اَذْهِبِ الْبَأسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً اَلَّا يُغَادِرُ سَقَمًا

Tradition and Culture

Omer bin Ahsan

Tradition and Culture have an interdependency. Tradition forms the foundation from which culture is generated. However, culture is more permeable in its response to the changing environ. Culture places itself in a space and time and assumes the practical demonstration of the discourse that has shaped the society. Therefore, culture in the public sphere is the principal area of performance of a foreign tradition.

Whereas, Tradition especially Islamic, tends to remain fixed and slow to shape into the themes of its times. The clash between modernity and Islam is that of Tradition. Between a conception of reality where there is no god as opposed to an Absolute God, a source of knowledge that is anthropocentric as opposed to a Divine Unveiling of Reality by means of Books and Messengers (AS) and a morality that is confined to the human experience as opposed to a morality that will be measured in the Hereafter.

Modernity is also fixed and unchanging in its Tradition. Since the so-called 'Age of Enlightenment', an anthropocentric view of reality determined the path society would take. With this, it was able to dislodge Christianity and its scholarly tradition and the confinement of Christianity (as a private affair) became full and final in the 19th Century. The project of Modernity was able to impose itself in the global sphere by means of instrumentalizing technology for capital and conquests. In Islam, prominent Theologians such as Ghazali reasserted Tradition and cleansed the growing anthropocentrization of Islam, while reconnecting Muslims with the source of Certitude in an Absolute God by means of the Traditional adherent to the Divine Text and Excellence of Character (SAW).

The clash between these two traditions is not just the clash of our times but the history of man since Adam. Freedom against Submission, Skepticism against Imitation and Material against Spirit. The pinnacle of this clash manifest in the War against Terror and Jihad fi Sabil Allah in our times.

But the political, revolutionary and armed struggle for the domination of Islamic Tradition for the last 200 years (though necessary to create the space for Islamic Tradition to exist and grow) is one that competes with Imperialism, Colonialism, Secularism, Socialism, Capitalism, Monarchism and Democracy. But ignores the cultural sphere that is more permeable to influence and encroaches on Tradition by a process of rusting. The Islamic Tradition has remained intact by means of Divine Protection that manifests in (i) the preservation of our principal text the Qur'an, (ii) the scholarly consensus on the meaning by the explanation found in the Exemplary Character of the Prophet (SAW) (iii) and its imitation by means of derivation from the Companions (RA) and succeeding generation of Righteous God-fearing scholars who preserved the meaning and its practical translation.

But what pulled the ground underneath our feet is the cultural sphere. When culture begins to draw from multiple Traditions it contradicts the demand of its dominating Tradition/ Discourse and survives and grows on the plane of desire and experience. There are two attacks on Culture; one is the self-evolving going away from Tradition in the satanic pursuit of desire to invent its own ways to satiate itself. Bidah is a result of this. The second attack is from a competing Tradition, in our case, Modernity and Naturalist Mythological Mysticism that asserts on the plane of culture because the Islamic Tradition is difficult to dislodge. The cultural appeal in absorbing other Traditions and Cultures is based in the